Regd. F. P. No 861

رجسٹرڈ ای پی نمبر ۸۶۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ

بدر

قادیان

ایڈیٹر:-
برکات احمد راجیکی

اسسٹنٹ ایڈیٹر:-
محمد حفیظ بقاپوری

شرح
چندہ سالانہ
چھ روپے
فی پرچہ ۲ آنے

تواریخ اشاعت
۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸

جلد ۲ | ۱۴/۲۱ فتح ۱۳۳۲ ہش ۶/۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۴/۲۱ دسمبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۴۶ و ۴۷

قادیان میں بالمیکی مندر کی تعمیر

اخبار ٹربیون اور دوسرے اخبارات میں بے بنیاد اور قابل مذمت خبروں کی اشاعت!

حکومت کی خاص توجہ کے لئے

:- ایڈیٹر :-

قادیان کے محلہ ہری جن پورہ میں کچھ عرصہ سے ایک بالمیکی مندر کی تعمیر اہل محلہ کے درمیان باعثِ نزاع اور اختلاف بنی ہوئی ہے۔ جہانتک اس معاملہ کا تعلق ہے یہ مقامی نوعیت کا ہے۔ اور صرف اہلِ محلہ یعنی ہری جنوں سے متعلق ہے۔ لیکن چونکہ اس بارہ میں بعض شر پسند لوگوں کی طرف سے اخبارات میں جماعت احمدیہ قادیان کے خلاف جھوٹا اور اشتعال انگیز پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ اور خواہ مخواہ مرکز قادیان میں رہنے والے مٹھی بھر اور پُر امن احمدیوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی صحیح پوزیشن کو حکام اور پبلک پر واضح کیا جائے۔

جماعت احمدیہ کی رواداری

احمدیہ جماعت اپنی مذہبی رواداری اور پابند قانون رویہ کی وجہ سے دوسری تمام جماعتوں اور مذاہب سے ممتاز ہے۔ اور جماعت کی یہ ایسی خصوصیت ہے۔ کہ اس کو غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اور ۱۹۴۷ء کے بھیانک دور میں سے گذرنے اور پورے طور پر تجربہ کرنے کے بعد اس کے متعلق مشہور اخبارات میں اعلان کیا ہے۔ مثال کے طور پر مسٹر برہم دت اخبار زنبیر پبلک ڈیرہ دون مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۴۸ء میں لکھتے ہیں:-

" احمدیہ جماعت مسلمانوں میں ایک ترقی پسند جماعت ہے۔ جملہ مذاہب کے ساتھ رواداری اس کی بنیادی تعلیم میں شامل ہے۔ تمام پیشوایانِ مذاہب کا احترام کرتے ہوئے احمدیوں نے ان کی تعلیمات کو اپنی مذہبی کتب میں شامل کیا ہے "۔

اسی طرح ڈاکٹر شنکر داس صاحب مہرہ بی۔ ایس۔ سی۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس دہلی اخبار سٹیٹسمین دہلی مورخہ ۱۲ر فروری ۱۹۴۹ء میں لکھتے ہیں:-

" احمدیہ جماعت کا نقطۂ نظر تعمیری اور اس کا رویہ پابند قانون ہے۔ یہی ایک واحد جماعت ہے۔ جو عدالتی ریکارڈ کی رو سے جرم سے پاک ثابت ہوئی ہے "۔

پھر مسٹر جسونت سنگھ جرنلسٹ اخبار ہندوستان ٹائمز دہلی مورخہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۱ء میں لکھتے ہیں:-

" احمدیہ جماعت کا یہ اصول اور طریق ہے۔ کہ احمدی جس ملک یا علاقہ میں بھی رہتے ہیں۔ وہاں کی قائم شدہ حکومت کے وفادار ہوتے ہیں۔ اور ہر رنگ میں ملک کے قانون اور دستور کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ بات ان کے بنیادی اصولوں اور مذہبی عقائد میں شامل ہے۔ کہ وہ حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ اور کسی صورت میں بھی سٹرائیک۔ تحریک عدم تعاون یا بغاوت یا کسی غیر قانونی کارروائی میں شامل نہ ہوں "۔

پھر مسٹر ایچ۔ آر۔ وہرا نمائندہ خصوصی اخبار سٹیٹسمین مورخہ ۱۷ار ۱۸ر نومبر ۱۹۴۸ء میں لکھتے ہیں۔

" احمدیہ جماعت کے افراد کا یہ عقیدہ ہے کہ جملہ مذاہب سے یکساں سلوک کیا جائے۔ اسی اصول پر وہ قادیان کے ہندو اور سکھ یتیموں کی مدد کرتے رہے ہیں۔ اور اب بھی جبکہ جماعت کی مالی حالت بہت کمزور ہو چکی ہے۔ ان یتیموں کی ایک تعداد اپنے وظائف حسب معمول احمدیہ جماعت سے حاصل کر رہی ہے "۔

احمدیہ جماعت کے اصولوں اور طریق کار کے متعلق بطور مثال کے اوپر غیر مسلم معززات کی چند آراء دے دی گئی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ جو بھی احمدیہ جماعت کے افراد کو قریب سے دیکھے گا وہ اگر انصاف سے کام لے گا۔ تو انہی باتوں کا اظہار کرنے پر مجبور ہوگا۔

جھوٹا اور بے بنیاد پراپیگنڈا!

لیکن افسوس ہے کہ بعض شر پسند لوگ جن کا مفاد فرقہ وارانہ فضاء کو مکدر کرتے میں ہے بلا وجہ ہماری پُر امن اور روادار جماعت پر الزام لگانے کا موجب بن رہے ہیں۔ چنانچہ بالمیکی مندر کی تعمیر کے سلسلہ میں ہی متضاد باتیں کہی جا رہی ہیں۔ ایک طرف تو مندر کی تعمیر کو جائز قرار دینے کیلئے کہا جا رہا ہے۔ کہ یہ مندر ۱۹۲۹ء یا اس سے بھی پہلے کا موجود ہے۔ اس کی زمین حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے خاندان نے مندر کے لئے دی۔ اور احمدیوں نے اپنی طاقت اور اکثریت کے زمانہ میں بھی اس قصبہ کے مالک ہوتے ہوئے اس کو قائم رکھا۔ اور دوسری طرف یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ احمدی اس کی تعمیر میں مزاحم ہو رہے ہیں۔ حالانکہ اگر احمدیہ جماعت اور اس کے مقدس پیشواؤں نے کئی سال پیشتر اس مندر کو قائم رہنے دیا تو اب جبکہ قادیان میں مٹھی بھر احمدی رہتے ہیں۔ اور حالات کے غیر معمولی ہونے کی وجہ سے بالعموم خطرہ کی حالت محسوس کرتے ہیں اور ان کا سب سے بڑا مقصد بھی اپنے مقدس مقامات کی آبادی اور خدمت کے سوا اور کچھ نہیں تو وہ یہ پُر خطر قدم کس طرح اٹھا سکتے ہیں۔ کہ مندر کی تعمیر میں رکاوٹ ڈال کر ہندوؤں کی اتنی بڑی تعداد کو اپنے مخالف کریں۔

اخبار ٹربیون کی افسوسناک خبر

جہاں تک فرقہ دارانہ ذہنیت رکھنے والے غیر ذمہ دار اخباروں میں ہمارے خلاف پراپیگنڈا کا تعلق ہے۔ وہ اپنی پالیسی کی وجہ سے ایک حد تک مجبور ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ اخبار ٹریبون نے بھی اپنی ۵ر دسمبر کی اشاعت ۔۔۔۔۔ میں پروفیسر یشونت رائے جنرل سیکرٹری آل انڈیا پسماندہ اقوام ایسوی ایشن۔ بھگت گورانداس ایم۔ ایل۔ اے اور ادم پرکاش کی طرف منسوب کر کے اسی بے سروپا پراپیگنڈا میں حصہ لیا ہے۔ شاید معزز معاصر نے ان احباب کو ذمہ دار سمجھتے ہوئے ان کی غلط اطلاع کو قابل اشاعت سمجھا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں کی غیر ذمہ داری کی یہ حالت ہے کہ جیسا کہ ان کے بیان سے ظاہر ہے وہ قادیان آئے۔ لیکن وہ احمدیہ جماعت جو ان کے نزدیک زیرِ الزام ہے کے کسی ذمہ وار رکن سے نہیں ملے۔ یہاں تک کہ ان کو یہ بھی علم نہیں۔ کہ احمدیہ جماعت کی پہلے قادیان میں کتنی تعداد تھی۔ اور اب کتنی ہو گئی ہے انہوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ احمدی تین صد سے سات سو ہو گئے ہیں۔ حالانکہ نہ کبھی قادیان کے احمدی تین سو تھے اور نہ اب سات سو ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد اب زیادہ سے زیادہ سوا پانچ سو ہے۔ اور تعداد میں یہ زیادتی بھی مردوں کی وجہ سے نہیں بلکہ چھوٹے بچوں اور عورتوں کی آمد کی وجہ سے ہے۔ اور چھوٹے بچوں اور عورتوں کے باعث ان کو جو خطرہ لاحق ہوا ہے۔ اس سے ان کی ذہنیت کا پس منظر اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے۔

اخبار احمدیہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز مع اہل بیت و بزرگان سلسلہ ربوہ میں بخیریت ہیں۔

احباب حضور کی صحت و عافیت اور مقاصد عالیہ میں کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

بھائی عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے داما آرٹ پریس امرت سر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

پارٹی بازی

اگر ہری جنوں کے یہ لیڈر سرسری طور پر بھی قادیان کے حالات کا مطالعہ کرتے تو ان کو علم ہو جاتا۔ کہ بدقسمتی سے قادیان میں پارٹی بازی اور دھڑے بندی کی وباء پھیلی ہوئی ہے۔ پس ایک بین الاقوامی اور پر امن جماعت کے افراد پر اتنا بڑا الزام لگانے سے پہلے ان کو اس کے ذمہ دار افراد سے مل کر اپنے وضاحت حاصل کر لینی ضروری تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور جماعت کے معاندین سے مل کر غلط بیان شائع کروایا۔

فیصلہ کن بات

یہ بات قابل توجہ ہے کہ آخر احمدیہ جماعت کا بالمیکی مندر کی تعمیر کو رد کروانے سے کون سا مفاد وابستہ ہے۔ کیا مندر کے تعمیر نہ ہونے سے اس جگہ پر احمدیوں کی مسجد تعمیر ہو جائے گی۔ یا اس جگہ تعمیر شدہ گرجا میں احمدیوں نے نمازیں پڑھنی ہیں۔ یا کیا جنج گھر (برات گھر) کی جگہ کے فراخ یا تنگ ہونے سے احمدیوں کو براتوں کے ٹھہرانے میں کوئی سہولت پیدا ہو گی۔

ایک بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ احمدی مندر کی تعمیر میں مزاحم ہو کر اور عیسائیوں کو خوش کر کے کوئی مقامی یا ملکی مفاد حاصل کرنا چاہتے ہوں لیکن ظاہر ہے کہ یہ وجہ بھی بالبداہت غلط ہے۔ نہ تو مقامی عیسائیوں کو کوئی پوزیشن یا مقام حاصل ہے کہ ان کی خوشنودی حاصل کر کے احمدیوں کو کوئی فائدہ پہنچ سکے۔ اور نہ ہی ملک میں عیسائیوں کی حکومت ہے جو اس الزام دہی کے لئے کوئی وجہ جواز بن سکے۔

باقی رہا یہ امر کہ باہمی جھگڑے اور فساد کو محض شرارت اور فساد کی غرض سے انگیخت کرنا تو اس وجہ سے بھی احمدی اس نزاع میں جو شہر کے ہری جنوں کے درمیان پایا جاتا ہے حصہ نہیں لے سکتے۔ ایک تو یہ تنازعہ ہری جنوں کے دو طبقوں میں ہے۔ جن کے افراد آپس میں رشتہ دار ہیں۔ دوسرے بالمیکی ہری جنوں کی طرفداری مقامی ہندو جو شہر میں اکثریت رکھتے ہیں کر رہے ہیں۔ اور احمدیوں کا موجودہ کمزور حالت میں بالبداہت کے خلاف حصہ لینا۔ ان کے لئے اور ان کے مقدس مقامات کے لئے ہر طرح سے نقصان پہنچانے کا باعث بن سکتا ہے۔ پس اس نقصان کے پیش نظر اور پھر اپنی پابند قانون اور پر امن تعلیم کو رکھتے ہوئے احمدی جماعت عیسائیوں کو انگیخت کرنے کا اقدام کس طرح کر سکتی ہے۔ اور کون عقلمند اس جھوٹے اور بے بنیاد الزام کو تسلیم کر سکتا ہے۔

عیسائیوں کی طرف سے تردید

مندرجہ بالا حقائق اس ضمن میں اس جھوٹے پراپیگنڈا کی تردید کے لئے کافی تھے۔ لیکن آج مورخہ ۱۲-۱۲-۵۲ کو جس وقت یہ مضمون لکھا جا رہا تھا۔ اتفاق سے مسٹر ای۔ ایچ۔ بینر جی پریذیڈنٹ پنجاب کرسچن ایسوسی ایشن کی تردید اخبار ٹریبون میں نظر سے گزری جس میں انہوں نے صاف طور پر تحریر کیا ہے۔ کہ اس معاملہ میں قادیان کے مسلمانوں کا کوئی تعلق نہیں۔ جو کارروائی عیسائیوں کی طرف سے ہوئی ہے وہ خالصتاً انہوں نے خود کی ہے۔ اور اپنی مرضی سے کی ہے۔ اور ان کا ہندوستان میں مسلمانوں سے کوئی اشتراک نہیں۔

حکومت سے استدعا

اندریں حالات ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ مذکورہ اخبارات اور نامہ نگاروں کے خلاف جو خواہ مخواہ ایک پر امن پسند اور پابند قانون جماعت کو آئے دن بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں مناسب اور مؤثر کارروائی عمل میں لائے۔ تاکہ ایسے شرارت پسند لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ ہماری سیکولر حکومت میں فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کی کارروائیاں پنپ نہیں سکتیں۔ قادیان کے احمدیوں کے خلاف اس سے قبل بھی اس قسم کی بے بنیاد اور شر انگیز خبریں شائع کی جا چکی ہیں۔ ایسی خبروں کا تکرار بتاتا ہے۔ کہ ان فتنہ انگیز لوگوں کے خلاف ابھی تک قانون مؤثر طور پر حرکت میں نہیں لایا گیا۔ ورنہ یہ فتنہ بار بار سر نہ اٹھاتا۔

امید ہے کہ افسران متعلقہ مؤثر کارروائی عمل میں لا کر ایک بین الاقوامی اور پر امن جماعت کو شکریہ کا موقعہ دیں گے۔

احمدیہ جماعت اپنے مقدس مرکز میں ہر طرح سے اپنے ہندو، سکھ اور عیسائی بھائیوں کے ساتھ محبت اور پیار سے رہنے کی مقدور بھر کوشش کرتی ہے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ مقامی گوردوارہ میں گرنتھ صاحب کے کئی نسخے جماعت کی طرف سے پیش کئے گئے۔ ننکانہ صاحب کا چوزنبل منگوا کر پیش کیا گیا۔ لنگر کے لئے پچاس روپیہ کی رقم دی گئی۔ اس کے علاوہ بھی ہر طرح سے جہاں تک [illegible] یہاں سے محبت اور پیار اور رواداری کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اور قومی اور ملکی تقریبوں میں سب سے زیادہ حصہ لیا جاتا ہے جب اس پر امن اور روادار جماعت پر بلاوجہ گند اچھالنا خود ایسی حرکات کا ارتکاب کرنیوالوں کے لئے باعث شرم

تحریک درویش فنڈ
میں
ہر شخص حسب توفیق حصہ لے سکتا ہے

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے درویش فنڈ کی تحریک کا اجراء ارجنوری ۱۹۵۲ء میں کیا گیا تھا۔ اور اس کی اطلاع سلسلہ کی متعدد اخبار میں متعدد بار اعلان کروانے کے علاوہ جملہ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کے عہدیداران کو بھجوائی گئی تھی نیز جماعت کے متعدد صاحب استطاعت احباب کو طور پر خاص کرتے ہوئے اس اہم تحریک میں شریک ہونیکی بھی دعوت دی گئی تھی لیکن باوجود اس کے جسقدر احباب نے اس میں ماہوار یا وقتی امداد کے وعدے فرمائے ہیں اور اس مد میں وصولی کی جو رفتار ہے اس کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت کے اکثر احباب نے اس تحریک کی غرض اور اہمیت کو پورے طور پر نہیں سمجھا۔ احباب جماعت کی یاد دہانی کیلئے "درویش فنڈ" کی تحریک کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوب کا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔ "دراصل قادیان کی آبادی کو آباد رکھنا ساری جماعت کا فرض ہے مگر تقدیر الٰہی کے ماتحت ایک حصہ کو قادیان سے نکلنا پڑا اور دوسرا حصہ قادیان میں آباد ہونیکی توفیق نہ پا سکا اور صرف قلیل حصہ کو ہی یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ موجودہ حالات میں ٹھہر کر خدمت دین بجا لاویں۔ پس دوسروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے ان بھائیوں کی خدمت اور آرام کا خیال رکھیں۔ اور انہیں کم از کم ایسی مالی پریشانیوں سے بچائیں جو توجہ کے انتشار کا موجب ہوں حقیقتاً ہم پر درویشوں کا احسان ہے کہ وہ ہماری قربانی کے قادیان میں ہماری نمائندگی کر رہے ہیں پس یہ ... ہرگز صدقہ یا خیرات کے رنگ میں نہیں بلکہ محبت کا ایک تحفہ ہے۔ جو شکرانہ اور ہمدردی کے رنگ میں ہم ہندوستانی ... درویشوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں"

حضرت صاحبزادہ صاحب کے مندرجہ بالا ارشاد کے بعد اس تحریک کی اہمیت کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ احباب جماعت اپنی ذمہ داری کو صحیح رنگ میں محسوس کریں! اور زیادہ سے زیادہ اس تحریک میں حصہ لیں! اللہ تعالیٰ کے الفاظ کے وارث بنیں! ایسے احباب جن کو اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت اور فراخی عطا فرمائی ہوئی ہو انکو چاہیئے کہ وہ اس مد میں اپنے ماہوار وعدے مرکز میں بھجوائیں اور پھر باقاعدگی سے ان کو اپنے دیگر ماہوار چندوں کے ساتھ ادا فرماتے رہیں۔ جو دوست کسی وجہ سے ماہوار وعدہ کرنے سے معذور ہوں۔ ان کو بھی چاہیئے کہ حسب توفیق درویش فنڈ میں کچھ نہ کچھ رقم بھجوا کر اس تحریک میں شامل ہونیکی سعادت سے محروم نہ رہیں۔ جن احباب نے پہلے وعدے فرمائے ہوئے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ حسب وعدہ ادائیگی میں باقاعدگی اختیار کر کے فرض شناسی کا ثبوت دیں۔

(ناظر بیت المال قادیان)

خطبہ نکاح مولوی عبدالرحمان صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بتاریخ ۱۱-۱۲-۵۲ء بمقام ربوہ

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:۔

یہ نکاح جس کے اعلان کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ صادقہ خاتون بنت قریشی محمد یونس صاحب ساکن بریلی کا ہے۔ جو پندرہ سو روپیہ مہر پر مولوی عبدالرحمان صاحب فاضل ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان سے قرار پایا ہے۔ چونکہ دونوں فریق یہاں نہیں اس لئے قریشی محمد یونس صاحب کی طرف سے مرزا بشیر احمد صاحب کو وکالت کا اختیار دیا گیا ہے۔ اور مولوی عبدالرحمان صاحب قادیان کی طرف سے مولوی عبدالرحمان صاحب انور ربوہ کو وکالت کا اختیار دیا گیا ہے۔ یہ لڑکی درحقیقت مولوی عبدالرحمن صاحب کی سالی ہے۔ ان کی بیوی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت ایک سال ہی کے اندر فوت ہو گئی تھی۔ اس کے بعد والدین نے مولوی صاحب کے [illegible] کہ قادیان میں ان کی لڑکی کو خدمت دین کا موقعہ مل جائے گا۔ اپنی دوسری لڑکی کا رشتہ دینا منظور کر لیا۔

ہندوستان میں ہماری جماعت بہت کم ہے۔ اور مختلف جگہوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ باہم تعلقات پیدا کئے جائیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ قادیان میں قریباً پینتیس ۳۵ یا چالیس نوجوانوں کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ اور کئی اور نوجوانوں کے رشتے تجویز ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ بھی جلد ہو جائیں گے۔

اس کے بعد حضور نے نکاح کا اعلان فرمایا اور حاضرین سمیت دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اس شادی کو فریقین اور جماعت کے لئے مبارک اور مثمر ثمرات حسنہ کرے۔ آمین ◆

خطبہ جمعہ

دنیا کی اصلاح اور اسلام کی تعلیم کو پھر سے رائج کرنے کا کام اللہ تعالیٰ نے تمہارے سپرد کیا ہے!

جب تک تم اس تعلیم کو اپنے نفس میں رائج نہیں کر لیتے تم اُسے دُنیا میں بھی رائج نہیں کر سکتے

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۹ر اکتوبر ۱۹۵۳ء بمقام ربوہ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

کچھ لوگ دنیا میں ایسے ہوتے ہیں جو

خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور

ہوتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور نہیں ہوتے۔ یا یوں کہو کہ وہ سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ کہ ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور نہیں۔ مامور سے میری مراد وہ انسان نہیں جس کو خدا تعالیٰ الہام کر کے کسی خاص مقصد کے لئے کھڑا کرتا ہے۔ بلکہ اس سے مراد اس کے عام عربی معنے ہیں۔ کہ کسی شخص کو ایک حکم دیا گیا۔ پس مامور کے معنے ہیں وہ جسے حکم دیا گیا۔ کوئی کام سپرد کیا گیا۔ مثلاً ایک سپاہی کو کسی جگہ کھڑا کیا گیا ہو۔ اور اسے یہ حکم دیا گیا ہو کہ وہ کسی کو دروازے سے اندر نہ آنے دے۔ اس کے پاس اس کا کوئی عزیز، رشتہ دار یا دوست آتا ہے۔ اور وہ خواہش کرتا ہے۔ کہ میں تمہارا عزیز ہوں۔ رشتہ دار ہوں یا دوست ہوں۔ مجھے اندر جانے کی اجازت دو۔ تو وہ کہتا ہے۔ میں مجبور ہوں۔ میں مامور ہوں۔ مجھے یہاں اس لئے مقرر کیا گیا ہے۔ کہ میں کسی کو اندر نہ جانے دوں۔ اس لئے میں آپ کو اندر نہ جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ گویا وہ سپاہی بھی ایک مامور ہے۔ پھر

ایک مامور وہ ہوتے ہیں

جن کو خدا تعالیٰ دنیا میں مبعوث کر کے بھیجتا ہے۔ تا وہ دنیا تک اس کا پیغام پہنچائیں۔ یا اس کے پیغام کی اشاعت کریں۔ اور ایک ہر شخص اور ہر قوم مامور ہوتی ہے۔ جس کو کسی خاص مقصد کے لئے کھڑا کیا گیا ہو۔ یا اس کے سپرد کوئی خاص کام کیا گیا ہو۔ پس ہر رسول ہر نبی اور ہر وہ شخص جس کو دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا گیا ہو۔ اور ان سے اتر کر ظلی طور پر ہر ملہم الیہ اور مصلح مامور ہیں۔ پھر ان کے ساتھ ان کی جماعتیں بھی مامور ہوتی ہیں۔ یعنی ان کے سپرد بھی ایک خاص مقصد ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں آیا۔ کہ خدا تعالیٰ نے اسے مامور کیا ہو۔ اور اس کی جماعت مامور نہ ہو۔ یہ بالکل ناممکن ہے۔ اس لئے کہ دنیا میں کوئی مامور ایسا نہیں آیا۔ جس کے سپرد کوئی ایسا کام ہو۔ جو ایک شخص سے تعلق رکھتا ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام

سے اس وقت تک کوئی مامور ایسا نہیں گزرا۔ جس کا کام صرف اس کی ذات سے تعلق رکھتا ہو۔ بلکہ اس کے سپرد ہمیشہ ایسے کام ہوتے ہیں جو ہزاروں۔ لاکھوں اور کروڑوں لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب تک وہ ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں لوگ کام نہ کریں۔ وہ کام پورا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے مسیح ناصری علیہ السلام نے کہا تھا۔ کہ میں تو اس دنیا سے جاتا ہوں۔ اور ہر ایک آدمی کیلئے اس دنیا سے جانا مقدر ہے۔ کیونکہ جب تک میں اس دنیا سے نہ جاؤں۔ وہ کام پورا نہیں ہو سکتا۔ جو تمہارے سپرد کیا گیا ہے اور جو ہمیشہ رہنے والا اور دائمی ہے اور یہی وجہ تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے

حجۃ الوداع کے موقعہ پر

اسلام کے اہم اصول کو ایک ایک کر کے بیان فرمایا۔ اور کہا ھل بلغت۔ اے مسلمانو۔ کیا میں نے وہ فرض ادا نہیں کر دیا۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے سپرد کیا گیا تھا۔ پھر یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الوصیت میں تحریر فرمایا۔ کہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی۔ جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا۔ تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی۔ پس

مامور کی مثال

ان انسانوں کی طرح ہوتی ہے۔ جو گاڑی یا موٹر کو دھکا دیتے ہیں۔ جب کوئی گاڑی کہیں پھنس جاتی ہے۔ تو لوگ اُسے دھکا دیتے ہیں۔ اور اس کے بعد وہ خود بخود چلتی ہے۔ اگر دھکا دینے کے بعد بھی وہ خود نہیں چلتی تو یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ وہ خراب ہے۔ اگر وہ دھکا دینے کے بعد گاڑی چل پڑتی ہے۔ اور چلتی چلی جاتی ہے تو یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ اس کے سامنے کوئی عارضی روک تھی۔ اب وہ روک دور ہو گئی ہے۔ پس مامورین جب دنیا میں آتے ہیں۔ تو اُن کے آنے کی غرض گاڑی کو دھکا دینا ہوتا ہے وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچاتے۔ آج تک دنیا میں کوئی ایسا مامور نہیں آیا۔ جس نے ماموریت کے پیغام کو انتہا تک پہنچا دیا ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی انسان نہیں لیکن آپ کے بعد بھی خلفاء آئے۔ جنہوں نے آپ کے کام کو جاری رکھا۔ پھر خلفاء کے بعد اولیائے امت نے آپ کے کام کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ مسلمان نکمے گرم ہو گئے۔ اور انہوں نے اس گاڑی کو دھکا دینے سے انکار کر دیا۔ جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھکا دے کر چلایا تھا۔

ہماری جماعت

کو بھی اس قسم کے مقصد کے لئے خدا تعالیٰ نے کھڑا کیا ہے۔ اب دو ہی باتیں ہیں۔ یا تو ہم یہ کہیں کہ ہم مامور نہیں۔ اور ہمیں کسی مقصد کے لئے کھڑا نہیں کیا گیا۔ اور یا یہ کہیں۔ کہ ہمیں جو مقصد کے لئے کھڑا کیا گیا ہے وہ پورا نہیں ہو سکتا۔ اور یا یہ مانیں۔ کہ جس مقصد کے لئے ہمیں کھڑا کیا گیا ہے۔ وہ پورا ہو سکتا ہے بشرطیکہ ہم اپنا فرض ادا کریں۔ جہاں تک اس چیز کا سوال ہے۔ کہ ہمیں کسی مقصد کے لئے کھڑا نہیں کیا گیا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اگر ہم یہ کہیں۔ کہ ہمیں کسی مقصد کے لئے کھڑا نہیں کیا گیا۔ تو ہمارا تمام دعویٰ باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خدا تعالیٰ نے الہام نازل کیا ہے۔ اور آپ کو دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا ہے تو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کی جماعت کو بھی مامور کیا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ تاریخ، مذہب، احادیث اور روایتوں سے کوئی ایسا نبی ثابت نہیں۔ جس کا کام اس کی ذات تک محدود ہو۔ کوئی مرسل ایسا ثابت نہیں جس کا کام اس کی ذات تک محدود ہو۔ کوئی مصلح اور کوئی مجدد بھی ایسا ثابت نہیں جس کا کام اسکی ذات تک محدود ہو۔ اب مرزا صاحب کو تم مرسل کہہ لو مصلح کہہ لو۔ مجدد کہہ لو۔ کم از کم مجدد سے نیچے آپ کو ماننے والا تو کوئی نہیں جا سکتا۔ اور جب دنیا میں کوئی مجدد بھی ایسا نہیں آیا۔ جس کا کام اس کی ذات تک محدود ہو۔ اور اس کی جماعت اس کے کام میں شریک نہ ہو۔ تو اگر مرزا صاحب مامور تھے۔ اور جبکہ

ہمارا عقیدہ

ہے۔ کہ آپ کو دنیا میں اسلام کو دوبارہ زندہ کرنے کیلئے مبعوث کیا گیا تھا۔ تو تمہیں یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ تم بھی مامور ہو۔ اگر مرزا صاحب ملہم الیہ تھے۔ تو تم حامل الہام ہو۔ آپ کی طرف خدا تعالیٰ نے اپنا کلام نازل کیا۔ اور پھر وہ کلام تمہاری طرف منتقل کیا۔ جس طرح کہ

تمام مامورین، خلفاء اور مجددین

کے کام ہوتے چلے آئے ہیں۔ اسی طرح آپ کا کام بھی آپ کے بعد جاری رہے گا۔ پس تم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ تمہیں کسی مقصد کے لئے کھڑا نہیں کیا گیا۔ شاید تم یہ کہو۔ کہ تمہارے سپرد جو کام کیا گیا تھا۔ وہ پورا کرنا مشکل تھا۔ یعنی بنی نوع انسان کو اسلام کی طرف لانا اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کو دوبارہ قائم کرنا مشکل امر ہے۔ اگر تم ایسا کہو تو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا کہ اللہ تعالیٰ کسی جان کے سپرد کوئی ایسا کام نہیں کرتا۔ جس کے کرنے کی اس میں طاقت نہ ہو۔ اس لئے جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس کے سپرد ایسا کام کیا گیا ہے۔ جو ہو نہیں سکتا۔ وہ خدا تعالیٰ کو جھوٹا قرار دیتا ہے۔ وہ قرآن کریم کی تکذیب کرتا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تردید کرتا ہے وہ قرآن کریم جو ساری کتابوں سے اکمل اور مکمل کتاب ہے وہ قرآن کریم جو آخری شریعت ہے۔ وہ قرآن کریم جو خاتم النبیین پر نازل ہوا تھا جس کی شان کی اور کوئی کتاب نہیں وہ کہتا ہے لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا یعنی اللہ تعالیٰ کبھی بھی کسی جان کے سپرد

ایک کام نہیں کرتا۔ جس کے کرنے کی اس میں طاقت نہ ہو۔ اس لئے ماموروں کے سلسلہ میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ جب کوئی کام کسی کے سپرد کیا جاتا ہے۔ تو وہ اس کے متعلق یہ سوچتا نہیں۔ کہ آیا میں اس کام کو کرسکتا ہوں یا نہیں۔ حالانکہ دنیا میں جب کسی انسان کے سپرد کوئی کام کیا جاتا ہے تو وہ سوچتا ہے۔ کہ شاید میں اس کام کو نہ کرسکوں۔ اگر کوئی بادشاہ کسی جرنیل کو یہ حکم دیتا ہے۔ کہ فلاں جگہ بغاوت ہو گئی ہے۔ ہم اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے تمہیں کھڑا کرتے ہیں۔ تو وہ سوچتا ہے۔ کہ معلوم نہیں۔ وہ اس بغاوت کو دور بھی کرسکتا ہے یا نہیں۔ اگر کسی کالج کا نظام بگڑا ہوا ہو۔ اور کسی شخص کو کہا جائے۔ کہ تمہیں اس کا پرنسپل مقرر کیا جاتا ہے۔ تم اس کی اصلاح کرو۔ تو ہوسکتا ہے کہ وہ سوچے کہ آیا وہ نظام صحیح ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اگر ایک مشین ٹوٹ جائے یا بگڑ جائے۔ اور مالک کسی مستری کو بلائے۔ اور اس سے کہے۔ کہ میں تمہارے سپرد یہ کام کرتا ہوں۔ تو ہوسکتا ہے۔ کہ وہ مستری یہ پوچھے کہ مشین اپنی آخری حد کو بھی پہنچ سکتی ہے۔ معلوم نہیں کہ وہ صحیح ہوسکتی ہے یا نہیں۔ لیکن

کیا کبھی یہ بھی ہوسکتا ہے

کہ انسانوں۔ فطرتوں۔ عقلوں۔ قوتوں اور طاقتوں کا پیدا کرنے والا خدا کسی کو یہ کہے کہ تم یہ کام کرو۔ یا فلاں چیز کی درستی کرو۔ تو وہ سوچنے لگے۔ کہ یہ کام ہو بھی سکتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ کام ہو نہیں سکتا تھا۔ تو اس نے اس کے سپرد کیوں کیا۔ ہوسکتا ہے کہ ایک مالدار کسی شخص کے سپرد ایسا موٹر کرے۔ جو درست نہ ہوسکے۔ لیکن یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ ایک ماہر انجنیئر کسی کے سپرد ایسا کام کرے جو نہ ہوسکتا ہو۔ کیونکہ وہ خود سب کام جانتا ہے۔ اگر وہ یہ سمجھے گا۔ کہ فلاں کام نہیں ہوسکتا تو وہ اس کام کو کسی کے سپرد کیوں کرے گا۔ ایک کورٹ بھی جو موٹر کی مشینری سے واقف نہیں ہوسکتا ہے کہ اس کی موٹر کسی چیز سے ٹکرائے اور اس کے تمام اندرونی پرزے ٹوٹ چکے ہوں۔ وہ کسی مستری کو بلاکر یہ کہے تم اس کو درست کردو۔ میں تمہیں انعام دوں گا۔ لیکن ایک ماہر انجنیئر جس کا کام اس موٹر کے پرزوں کو بنانا ہے۔ ایسی حماقت نہیں کرسکتا۔ کہ وہ جانتا ہو۔ کہ اب موٹر مرمت نہیں ہوسکتی اور کسی مستری کو کہے کہ تم اسے درست کردو۔ اسی طرح

اگر خدا تعالےٰ کہتا ہے

کہ تم نے فلاں کام کرنا ہے۔ تو اس کے معنے ہیں۔ کہ تم وہ کام یقیناً کرسکتے ہو۔ پس اگر تم کہتے ہو۔ کہ تم وہ کام نہیں کرسکتے۔ تو اس سے زیادہ حماقت اور کوئی نہیں۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ تم فلاں کام نہیں کرسکتے۔ تو اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ تم خدا تعالےٰ سے زیادہ علم رکھنے والے ہو۔

مجھے یاد ہے

پارٹیشن (PARTITION) کے بعد میں ایک جگہ پر گیا۔ وہاں ہوائی جہازوں کا ایک بڑا افسر اور صوبہ کے وزیراعظم بھی تھے۔ مجلس میں سے بعض نوجوانوں نے مذہب کے متعلق بعض اعتراضات کرنے شروع کئے۔ چونکہ دوسرے لوگ اور باتیں کر رہے تھے۔ میں نے وزیراعظم کہا۔ ان نوجوانوں نے مذہب کے متعلق بعض اعتراضات کئے ہیں۔ اگر آپ برا نہ منائیں تو میں ان کے اعتراضات کے جواب دوں۔ وہ کہنے لگے آپ جواب دیں ہمیں بھی اس سے فائدہ ہوگا۔ چنانچہ میں نے ان

اعتراضات کے جوابات

دینے شروع کئے۔ جیسا کہ قاعدہ ہے مجلس میں بات چکر کھا جاتی ہے۔ اسی طرح بات چکر کھاتے کھاتے اسی فوجی افسر تک پہنچی۔ جو چوٹی کا افسر تھا۔ یا یوں کہو کہ وہ اپنے محکمہ میں اپنے عہدہ کا کمانڈنگ آفیسر تھا۔ تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد میں نے اسے اب مجبور کیا۔ اور اُسے ایسے مقام پر لاکر کھڑا کر دیا۔ کہ اسے اس کے بغیر چارہ نہیں تھا۔ کہ وہ اقرار کرتا کہ میں غلطی پر ہوں۔ اور خدا تعالےٰ کا فیصلہ میرے خلاف ہے۔ اس موقعہ پر میں نے اس سے اس رنگ میں سوال کیا۔ کہ اب یہ پوزیشن ہے۔ قرآن کریم کی آیات اور احادیث سے یہ بات واضح ہے۔ اور احمدی غیر احمدی سب اس پر متفق ہیں۔ اب آپ کے لئے کوئی چارہ نہیں۔ کہ آپ فیصلہ کریں کہ خدا تعالےٰ عقلمند ہے یا آپ عقلمند ہیں۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا۔ اور اس نے کہا۔ میں تو سمجھتا ہوں۔ کہ میں خدا سے زیادہ عقلمند ہوں۔ درحقیقت یہ اس کی شکست کا اعتراف تھا۔ اس کے یہ معنے نہیں تھے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ سے بہتر سمجھتا ہے۔ بلکہ درحقیقت بات یہ تھی۔ کہ وہ جانتا نہیں تھا۔ کہ خدا ہے۔ اور اس کی تعلیم کیا ہے۔ اس کی اس بات پر ساری مجلس ہنس پڑی۔ اور وہ خود بھی ہنس پڑا۔ یہی پوزیشن اس احمدی کی ہے۔ جو ایک طرف یہ کہتا ہے۔ کہ مرزا صاحب سچے ہیں۔ اور آپ کو الہام کرکے خدا تعالےٰ نے اسلام کے دوبارہ احیاء کے لئے کھڑا کیا ہے۔ اور دوسری طرف یہ کہتا ہے۔ کہ وہ کام جو مرزا صاحب کے سپرد کیا گیا وہ میں نہیں کرسکتا۔ اس سے زیادہ جہالت اور کیا ہے۔ پس

تمہارے سپرد ایک کام ہے

اور وہ ہے دنیا کی اصلاح اور اسلام کی تعلیم کو پھر سے رائج کرنا۔ پس پہلی چیز اس تعلیم کو اپنے نفس میں رائج کرنا ہے۔ جب تک تم اسے اپنے نفس میں رائج نہیں کرتے۔ تم اسے دنیا میں بھی رائج نہیں کرسکتے۔ لیکن تم میں سے کتنے ہیں۔ جو ایسا کرتے ہیں جب تم کہتے ہو۔ کہ ہم نے دنیا سے جھوٹ کو مٹانا ہے۔ اور تم کہتے ہو۔ کہ خدا تعالےٰ نے ہمیں اس لئے کھڑا کیا ہے۔ کہ ہم دنیا سے جھوٹ کو مٹادیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم دنیا سے تو جھوٹ مٹانے کی طاقت رکھتے ہو۔ اور تم جھوٹ کو اپنے دل سے نہ مٹاسکو۔ اگر تمہیں اس لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ کہ تم شرک کو دنیا سے مٹادو۔ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کہ تم اسے اپنے دل سے نہ مٹاسکو۔ اور دنیا سے مٹادو۔ اگر تمہیں اس لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ کہ تم دنیا سے

فتنہ و فساد مٹادو

تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم اسے اپنے دل سے نہ مٹا سکو۔ اور دنیا سے مٹادو۔ یہ ساری باتیں ناممکن ہیں۔ پس اس رنگ میں حقیقت پر غور کرو۔ اس سے زیادہ حماقت اور کوئی نہیں۔ کہ تم کہو مرزا صاحب وفات مسیح کا مسئلہ لے کر دنیا میں مبعوث ہوئے تھے۔ میرے خیال میں صرف ایک فاطر العقل ہی ایسا سمجھ سکتا ہے۔ کبھی ایسے مصلح دنیا میں نہیں آسکتے جو ساری دنیا کی طرف مبعوث ہوں۔ جب تک کہ ساری اصلاحیں ان کے سپرد نہ ہوں۔ ایک چوہڑی آتی ہے وہ پاخانہ صاف کرکے چلی جاتی ہے بیلدار آتے ہیں۔ اور وہ باغ صاف کرکے چلے جاتے ہیں۔ گھر کی نگرانی گھر کے کمرے صاف کرکے چلی جاتی ہے۔ دھوبن گھر کے کپڑے صاف کرکے چلی جاتی ہے۔ کلرک یا دفتری لائبریری کا کمرہ صاف کرکے چلا جاتا ہے۔ لیکن مالک اور مالکہ گھر کی ساری جگہیں ہی صاف کیا کرتے ہیں۔ کوئی مالک یا مالکہ یہ نہیں کہتی۔ کہ یہ صفائی میرے سپرد نہیں۔ چوہڑی کہہ دے گی۔ کہ پاخانہ صاف کرنے کے سوا میرا اور کوئی کام نہیں۔ دھوبن یہ کہہ دے گی کہ کپڑے صاف کرنے کے سوا میرا اور کوئی کام نہیں۔ مالی کہہ دے گا کہ میں نے لائبریری میں جاکر کیا کرنا ہے۔ میرا کام باغ کی درستی کرنا ہے دفتری کہہ دے گا۔ کہ میرا کام تو لائبریری صاف کرنا ہے۔ گھر کے کمرے صاف کرنا نہیں۔ لیکن مالک کے سپرد سب کام ہیں۔ وہ جسے مالک اپنا نمائندہ بناتا ہے اس کے سپرد سب کام ہوتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گھر کا مالک بنایا گیا تھا۔ اس لئے

دنیا کی ہر اصلاح

آپؐ کے سپرد تھی۔ اور اب جو آپؐ کا نائب ہوگا اس کے سپرد بھی اُمت کے سب ہی فرائض ہوں گے۔ پس کوئی کام ایسا نہیں۔ جس کے متعلق ایک مسلمان کہے کہ وہ میرے سپرد نہیں مرزا صاحب کو خدا تعالےٰ نے اس وقت دارومدار مقرر کیا ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اصل مالک تھے۔ اور اب آپؐ فوت ہوگئے ہیں۔ اب مرزا صاحب آپ کے ایجنٹ کے طور پر آئے ہیں۔ اور تم ان کی جماعت ہو۔ پس ساری مرضوں کا علاج کرنا تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔ اور تمہاری طاقت میں رکھا گیا ہے۔ اگر یہ باتیں تمہاری طاقت میں نہیں تھیں۔ تو لایکلف اللہ نفساً الا وسعھا والی آیت جھوٹی ہے۔ اور اگر

قرآن کریم کی ایک آیت

جھوٹی ہے۔ تو سارا قرآن جھوٹا ہے۔ خدا تعالیٰ کا کلام وہی ہوسکتا ہے۔ جس کا ایک شوشہ بھی جھوٹا نہ ہو۔ اور پھر جس کلام کا ایک شوشہ بھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ اس کی ایک عظیم الشان آیت کیسے جھوٹی ہوسکتی ہے۔ جھوٹے ہو۔ تو تم ہو۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ تم یہ کام کرسکتے ہو اور تم کہتے ہو ہم نہیں کرسکتے۔ ایک اُستاد اپنے شاگرد کو دو سال تک فقہ پڑھاتا ہے دو سال کے بعد اگر کوئی کہے کہ کیا تمہیں فقہ آتی ہے اور وہ کہے کہ نہیں آتی۔ تو اُستاد یہی کہے گا تو جھوٹا ہے۔ پس اگر خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ تم فلاں کام کرسکتے ہو۔ اگر خدا تعالیٰ نے تمہاری فطرت میں رکھا ہے کہ تم یہ کام کرسکتے ہو تو تم کیسے کہہ سکتے ہو۔ کہ ہم فلاں کام نہیں کرسکتے۔ جس نے تمہیں کپڑے خود پہنائے ہیں۔ وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ تم ننگے ہو۔ جس ہستی نے تمہارا دماغ بنایا ہے۔ جس نے تمہاری تمام قوتیں بنائی ہیں۔ وہ اگر کہتا ہے کہ تم فلاں کام کرسکتے ہو۔ تو تم ہزار بار کہو کہ تم فلاں کام نہیں کرسکتے۔ تو تم جھوٹے ہی کہلاؤ گے۔ سچے نہیں کہلاؤ گے۔

خطبہ ثانیہ

کے بعد فرمایا۔ مجھے اس ہفتہ پاؤں کے اپریشن کے لئے لاہور جانا پڑے گا۔ اس پر ایک دو ہفتے لگ جائیں گے۔ اس لئے میں ایک دو جمعے یہاں نہیں پڑھا سکوں گا۔ دوست دعا کریں۔ تکلیف لمبی ہوتی چلی جاتی ہے۔ ایک سال ہو گیا ہے۔ اور لوگ ڈراتے ہیں کہ پرانا ہو جانے کی وجہ سے زخم اندر سے خراب نہ ہو گیا ہو۔ (اس کے بعد اپریشن یہیں ہوگیا اور لاہور جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی)۔

(المصلح کراچی مورخہ ۱۹ ار نبوت ۱۳۳۲ ہش)

مولانا مودودی صاحب کے بیان پر صدر انجمن احمدیہ ربوہ کا تبصرہ

گذشتہ دنوں تحقیقاتی عدالت میں فسادات مغربی پنجاب کے ضمن میں جو لمبا بیان سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے دیا اس پر صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے مفصل تبصرہ کیا ہے۔ چونکہ جناب مودودی صاحب کے بیان اور اس پر تبصرہ کا بہت سا حصہ پاکستان کے اندرونی سیاسی اور تمدنی حالات سے متعلق ہے۔ جس کی اشاعت ہندوستانی قارئین کے لئے مذہبی اعتبار سے دلچسپی کا باعث نہیں۔ لہذا اسکو چھوڑتے ہوئے بقیہ تبصرہ کو جو زیادہ تر مذہبی ہے قارئین بدر کے فائدہ کے لئے شائع کیا جاتا ہے نیز مولانا مودودی صاحب کے بیان کا متعلقہ حصہ بوجہ عدم گنجائش شائع نہیں کیا گیا۔ ہاں اسکا ضروری خلاصہ تبصرہ میں آ گیا ہے۔ (ایڈیٹر)

غلط الزام

جواب پیرا ۱۔ مولانا مودودی صاحب نے اس پیرا میں لکھا ہے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے ۱۹۰۲ء میں جو نبوت کا صریح اور قطعی دعوے کیا۔ اس سے ان کے ماننے والوں اور عام مسلمانوں میں ایک مستقل نزاع قائم ہو گئی یہ بات سراسر غلط ہے۔ کیونکہ واقعات یہ ہیں:۔

الف۔ آپ کی جس قدر مخالفت علماء کی طرف سے آپ کے دعوے کے بعد پہلے ۱۲ ½ سالوں میں کی گئی۔ ویسی مخالفت ۱۹۰۲ء کے بعد ہرگز نہیں ہوئی۔ اور جس تنظیم سے ۱۸۹۱ء میں آپ پر ہندوستان کے ۲۰۰ علماء نے کفر اور خارج از اسلام ہونے کا فتوے دیا۔ ۱۹۰۲ء کے بعد ہرگز ایسا فتوے شائع نہیں ہوا۔

ب:۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے جس قسم کی نبوت کا دعوے کیا۔ وہ مستقل قسم کی نبوت کا دعوے نہ تھا۔ بلکہ آپ نے آخر تک اپنی نبوت کو امتی اور ظلی نبوت قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ شرف مکالمہ و مخاطبہ کا مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت صلعم کی امت نہ ہوتا۔ اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے .... برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں یہ شرف ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔ مگر وہ جو پہلے امتی ہو۔"

(تجلیات الٰہیہ ص ۲۵ ۱۹۰۶ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

"پہلے زمانوں میں جو کوئی نبی ہوتا تھا۔ وہ کسی نبی کی امت نہیں کہلاتا تھا۔ گو اسکے دین کی نصرت کرتا تھا۔ اور اس کو سچا جانتا تھا۔ مگر آنحضرت صلعم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں۔ اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ جو ملتا ہے۔ وہ انہی کے فیض اور انہی کی وساطت سے ملتا ہے۔ اور وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔"

(چشمہ معرفت ص ۳۲۴، ۱۹۰۸ء)

پھر اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو۔ اور اے وہ تمام انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو۔ میں پورے زور کے ساتھ آپ کو دعوت کرتا ہوں۔ کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے۔ کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔"

(تریاق القلوب ص ۷ ۱۸۹۵ء)

امتی نبی

ج:۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ کا دعوے جیسا کہ اوپر کے حوالہ جات سے ظاہر ہے امتی نبی ہونے کا ہے۔ اور آپ سے پہلے کوئی اور امتی نبی نہیں گزرا۔ اسی لئے مولانا مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ نبی کے ماننے والے الگ امت ہو جاتے ہیں۔ اور نہ ماننے والے الگ۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ اور احمدیوں کے عقیدہ کے صریحاً مخالف ہے۔ بانی جماعت احمدیہ بھی امت محمدیہ ہی سے ہیں۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ امتی نبی کے انکار سے کوئی مسلمان امت محمدیہ سے خارج نہیں ہو سکتا۔

اس سے معزز عدالت سمجھ سکتی ہے۔ کہ مودودی صاحب نے نئی امت کا جو نظریہ پیش کیا ہے وہ احمدی عقیدہ کے بالکل مخالف ہے اور حضرت بانی جماعت احمدیہ نے کوئی نئی امت نہیں بنائی۔

د۔ مولانا مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ ۱۹۰۲ء کے بعد جب آپ نے دعوے نبوت کیا۔ تو مسلمانوں کے تمام فرقوں نے بالاتفاق مرزا صاحب کو اور ان لوگوں کو کافر قرار دیا۔ جو ان پر ایمان لے آئے خلاف واقعہ ہے۔ ۱۹۰۲ء کے بعد کوئی فتویٰ ایسا شائع نہیں ہوا جیسا کہ مولانا مودودی صاحب نے لکھا ہے۔ برعکس اس کے تعلیم یافتہ اور سمجھدار طبقہ بالعموم ہمیشہ آپ کی اور آپ کی جماعت کی اسلامی خدمات کو سراہتا رہا۔ اور آپ کو بہترین مسلمان سمجھتا رہا۔ چنانچہ آپ کی وفات پر جو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی اخبارات نے آپ کے متعلق جو رائے ظاہر کی وہ بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

(۱) مولانا ظفر علی خان صاحب کے والد ماجد مولوی سراج الدین صاحب مالک وایڈیٹر اخبار زمیندار نے آپ کی وفات پر جو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی اخبار زمیندار میں لکھا۔

"ہم چشم دید شہادت سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی آپ نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے ..... گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی یا الہامات کے قائل اور معتقد ہونے کی عزت حاصل نہیں ہوئی۔ مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے۔"

(۲) مولوی سید ممتاز علی صاحب ایڈیٹر اخبار تہذیب النسواں نے لکھا۔

"مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے۔ اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے۔ جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے لیکن ان کی ہدایت اور رہنمائی مردوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔"

(۳) اخبار وکیل امرتسر نے لکھا

"مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو اور خاص کر ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا۔ کہ ان کا ایک بہت بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے۔"

"غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا۔ جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے۔ اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔"

شدت نزاع

جواب پیرا ۲:۔ اس پیرا میں مولانا مودودی صاحب نے شدت نزاع کی تین وجوہات بیان کی ہیں۔

(۱) تبلیغی سرگرمیاں اور بحث و مباحثہ کی دائمی عادت۔

مباحثات کی ابتداء مولویوں کی طرف سے ہوئی سب سے پہلے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور دہلی کے مولویوں نے ۱۸۹۱ء میں مباحثہ کی طرح ڈالی اور انہوں نے حضرت بانی جماعت احمدیہ کے خلاف اشتہارات شائع کئے۔ جن میں آپ کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ آخر کار دہلی میں مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی سے اور لدھیانہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے تحریری اور تقریری مباحثات ہوئے۔ اور اسی طرح دوسرے مولوی بھی مباحثات کے لئے چیلنج دیتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے ۱۸۹۷ء میں اپنی کتاب انجام آتھم میں یہ اعلان کیا۔ جس کا اردو ترجمہ از عربی عبارت یہ ہے

"اب وقت آ گیا ہے کہ ہم ان مباحثات سے

منہ پھیریں۔ سوائے اس کے کہ سوال کرنے والوں کے شبہات کا رد کریں۔ اور اب ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ ان توضیحات کے بعد ہم ان علماء کو مخاطب نہیں کریں گے اگرچہ وہ اپنی عادت کے مطابق ہمیں گالیاں دیں"۔ (انجام آتھم صفحہ ۲۸۲)

لیکن اس اعلان کے باوجود مولوی مباحثات کے لئے بلاتے رہے۔ چنانچہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے بار بار آپ کو مباحثے کے لئے بلایا۔ اور حضرت بانی جماعت احمدیہ نے اپنے اس اعلان کی طرف توجہ دلاتے ہوئے انکار کیا اور لکھا کہ اگر وہ حق و باطل میں تمیز چاہتے ہیں تو وہ بالمقابل عربی میں تفسیر لکھنے کے لئے آمادہ ہوں۔ جس کے لئے وہ تیار نہ ہوئے اور حضرت امام جماعت احمدیہ نے بھی متعدد بار اس قسم کے مناظرات پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اور مناظرات سے حتی الامکان اجتناب رکھنے کی ہدایت دی۔ لیکن باوجود اس کے علماء عوام الناس کو آپ کے خلاف بھڑکاتے اور جگہ جگہ آپ کے خلاف تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ زہر اگلتے غلط عقائد منسوب کر کے آپ کے اور آپ کے پیروؤں کے خلاف اشتعال دلا کر فساد برپا کرانے سے باز نہ آئے۔ اور نہ تکفیر کو چھوڑا اور اشتعال انگیزی کو جاری رکھا۔ اور مباحثات کے چیلنج دیئے۔ تب بصورت مجبوری احمدیوں کو ان سے مباحثات کرنے پڑے۔ اس میں شک نہیں کہ احمدیوں نے اپنے ان خیالات کا اظہار کیا۔ جنہیں وہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے لحاظ سے درست سمجھتے ہیں۔ اور جن کا انہیں حق حاصل ہے۔ قانون کے اندر رہتے ہوئے تقریر اور تحریر کے ذریعہ پیش کرتے رہے۔ اور خود مولانا مودودی صاحب اس حق کو سب کے لئے پیرا ۱۹ زیر عنوان "قادیانی جماعت کے متعلق ہمارا اور جماعت اسلامی کا طرز عمل" زیر (۱) تسلیم کرتے ہیں۔

"جمہوری نظام میں کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا۔ خواہ وہ حکومت ہی کیوں نہ ہو کہ وہ کسی معاملہ میں ایک رائے رکھنے سے یا اپنی رائے کو معقولیت کے ساتھ بیان کرنے سے باز رکھے"؟

پس احمدیوں کے اپنے خیالات کے اظہار کرنے پر مولانا مودودی صاحب کو کیوں اعتراض ہے۔ ہرچہ خود پسندی بر دیگراں ہم مپسند۔

(۲) دوسری وجہ مولانا مودودی صاحب نے یہ بیان کی ہے کہ ان تبلیغی سرگرمیوں اور بحثوں کا زیادہ تر مسلمانوں کے خلاف ہونا۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ نے سب سے پہلے آریہ سماج برہمو سماج اور عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات دیئے۔ اور ان سے مباحثات کئے۔ اور ان کی خلاف اسلام تحریروں اور کتابوں کے رد میں کتابیں لکھیں اور سینکڑوں مضامین ان کے عقائد کی تردید میں اور اسلام کی تائید میں اخبارات اور رسالہ جات میں شائع کرائے۔ آپ کی کتب براہین احمدیہ چہار جلد سرمہ چشم آریہ۔ چشمہ معرفت۔ آریہ دھرم وغیرہ اس پر شاہد ہیں۔

۱۸۹۳ء میں اجنالہ ضلع امرتسر کے غیر احمدی مسلمانوں کو جب عیسائیوں نے مباحثہ کا چیلنج دیا۔ تو انہوں نے حضرت بانی جماعت احمدیہ سے درخواست کی آپ ان کی طرف سے وکیل ہو کر عیسائیوں سے مناظرہ کریں۔ چنانچہ یہ مباحثہ بمقام امرتسر تحریری اور تقریری ہوا۔ اور پندرہ دن تک جاری رہا۔ اخبار وکیل کا یہ فقرہ بھی ہمارے اس بیان کی تائید کرتا ہے۔ جو اس نے حضرت بانی جماعت احمدیہ کی وفات پر جو ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی لکھا۔

"مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ . . . غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی۔ کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے۔ اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔ اسکے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے"۔

اسی طرح اخبار صادق الاخبار ریواڑی نے لکھا۔

"چونکہ مرزا صاحب نے اپنی پُرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے۔ اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کا کما حقہ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامی اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے"۔

چونکہ مسلمان مولوی پبلک جلسے منعقد کر کے جماعت احمدیہ کی طرف غلط عقائد منسوب کرتے اور جگہ بہ جگہ غلط فہمیاں پھیلاتے تھے۔ اس لئے ان کی تردید کے لئے بھی اپنے اصل عقائد لوگوں کو بتلانے کے لئے احمدی اپنے جلسے منعقد کرتے رہے۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ نے ۱۸۹۶ء میں اپنی کتاب انجام آتھم کے ضمیمہ میں علماء کو مخاطب کر کے چیلنج کی دعوت دی۔

"کہ وہ مجھ سے اور میری جماعت سے سات سال تک اس طور سے صلح کریں کہ تکفیر اور تکذیب اور بدزبانی سے منہ بند رکھیں۔ اور ہر ایک کو محبت و اخلاق سے ملیں اور قہر الٰہی سے ڈر کر ملاقاتوں میں مسلمانوں کی عادت کے طور پر پیش آویں۔ ہر ایک قسم کی شرارت اور خباثت کو چھوڑ دیں۔ پس اگر ان سات سال میں میری طرف سے خدا تعالیٰ کی تائید سے اسلام کی خدمت میں نمایاں اثر ظاہر نہ ہوں۔ اور جیسا کہ مسیح کے ہاتھ سے ادیان باطلہ کا مر جانا ضروری ہے۔ یہ موت جھوٹے دینوں پر میرے ذریعہ سے ظہور میں نہ آوے۔ یعنے خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے وہ نشان ظاہر نہ کرے۔ جن سے اسلام کا بول بالا ہو۔ اور جس سے ہر ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونا شروع ہو جائے۔ اور عیسائیت کا باطل معبود فنا ہو جائے۔ اور دنیا اور رنگ نہ پکڑ جائے۔ تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں اپنے تئیں کاذب خیال کر لوں گا۔ اور خدا جانتا ہے کہ میں کاذب نہیں ہوں۔ یہ سات برس کچھ زیادہ سال نہیں ہیں۔ اور اس قدر انقلاب اس تھوڑی مدت میں ہو جانا انسان کے اختیار میں ہرگز نہیں"۔

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۳۲۸ و ۳۵)

کیا یہ وجہ اشتعال ہے؟

(۳) تیسری بات جو مولانا مودودی صاحب نے مسلمانوں کی وجہ اشتعال بتائی ہے۔ وہ یہ ہے کہ احمدی مسلمانوں میں اسلام کے نام پر تبلیغ کرتے اور ناواقف مسلمان یہ سمجھ کر کہ وہ ملت اسلامیہ سے نکل کر کسی اور ملت میں نہیں جا رہے۔ ان کے مذہب میں داخل ہو جاتے ہیں۔

معزز عدالت سمجھ سکتی ہے کہ کیا یہ وجہ اشتعال ہو سکتی ہے؟

جب تمام وہ مسلمان جو جماعت میں داخل ہوئے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ملت اسلامیہ سے علیحدہ نہیں بلکہ ملت اسلامیہ میں سے ہی ہیں۔ یہ بات ان لوگوں کے لئے جو اپنے آپ کو ملت اسلامیہ سے قرار دیتے ہیں۔ وجہ اشتعال کیونکر ہو سکتی ہے۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے کوئی امت نہیں بنائی۔ بلکہ ہر مسلمان جس نے آپ کے دعوے کو قبول کیا وہ یہی اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ ملت اسلامیہ میں سے ہی ہے۔ مولانا مودودی صاحب کے بیان کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اسلام چھوڑ کر عیسائی بن جانا یا ہندو بن جانا تو مسلمانوں کے اشتعال کی وجہ نہیں۔ لیکن اگر کوئی مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم مسلمان کو مسیح موعود مان کر ملت اسلامیہ میں رہے اور بقول حضرت بانی جماعت احمدیہ یہ اعلان کرے کہ

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۷۶۲ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

نیز کہے۔ کہ

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

(درثمین فارسی صفحہ ۲۰۱ مطبوعہ لاہور آرٹ پریس بحوالہ سراج منیر)

تو مولانا مودودی صاحب کے نزدیک احمدیوں کا یہ اعلان دوسرے مسلمانوں کے لئے وجہ اشتعال بن جاتا ہے۔

مولانا مودودی صاحب کی ایک واضح غلط بیانی

جواب پیرا ۳ اس پیرا میں شدت نزاع کی

ایک وجہ مولانا مودودی صاحب نے یہ بیان کی ہے کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے مابین وہی تعلقات ہو سکتے ہیں۔ جو مسلمانوں۔ عیسائیوں یا یہودیوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ یعنی ایک احمدی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ اس کی یا اس کے بچہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا۔ اس کی بیٹی لے سکتا ہے مگر اس کو بیٹی دے نہیں سکتا۔ اس فتوے کا ردعمل مسلمانوں کی طرف سے بھی ایسے طرز عمل کی صورت میں رونما ہوا۔ اور اس طرح دونوں گروہوں میں معاشرتی مقاطعہ کی حالت پیدا ہو گئی۔

مولانا مودودی صاحب کی یہ ایک نہایت صریح غلط بیانی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے جب ۱۸۹۰ء میں مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا۔ تو اس وقت سے مولویوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ احمدیوں کی نماز جنازہ حرام قرار دی۔ اور ان سے تعلقات ازدواجی کو حرام قرار دیا۔ اور ان سے ہر قسم کے تعلقات معاشرتی امور میں مقاطعہ کی صورت پیدا کی۔ چنانچہ صوفیاء و علماء لدھیانہ مولوی محمد صاحب اور مولوی عبداللہ اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے ۱۸۹۰ء میں یہ فتویٰ دیا۔

"چونکہ ہم نے فتوے ۱۳۰۱ھ مرزا اندکور کو دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا جاری کر دیا تھا۔ یہ شخص اور ہم عقیدہ اس کے اہل اسلام میں داخل نہیں۔ اور اب بھی ہمارا یہی دعوےٰ ہے کہ یہ شخص اور جو لوگ اس کے عقائد باطلہ کو حق جانتے ہیں۔ قطعاً کافر ہیں۔ خلاصہ مطلب ہماری تحریرات قدیمہ اور جدیدہ کا یہی ہے کہ یہ شخص مرتد ہے اور اہل اسلام کو ایسے

شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اور جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں"۔

(رسالہ اشاعۃ السنہ از ص۴ لغایت ۵ دوازدہم مطبوعہ سنہ ۱۸۹۰ء)

اور مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے یہ فتویٰ دیا۔

"کہ اب مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے دجال کذاب سے احتراز اختیار کریں۔ اور اس سے دینی معاملات نہ کریں۔ جو اہل اسلام میں باہم ہونے چاہئیں۔ نہ اس کی صحبت اختیار کریں۔ اور نہ اس کو ابتداءً سلام کریں اور نہ اس کو دعوت مسنون میں بلاویں اور نہ اس کی دعوت قبول کریں۔ اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اگر اعتقادات پر رحلت کرے۔ اور اس فتوے کی تصدیق علمائے دہلی۔ آگرہ۔ حیدرآباد۔ بنگال نے کی۔ (رسالہ اشاعۃ السنہ ص۶ جلد ۱۳ سنہ ۱۸۹۱ء)

اس پر قریباً ۲۰۰ مولویوں نے دستخط کئے۔

اسی طرح مولوی عبدالصمد غزنوی نے لکھا

"کہ یہ گمراہ کرنے والا چھپا مرتد ہے بلکہ وہ اپنے شیطان سے زیادہ گمراہ ہے جو اس سے کھیل رہا ہے۔ اگر یہ اپنے اس اعتقاد پر مر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ اور نہ یہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے تاکہ اہل قبور اس سے ایذا نہ پائیں"۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص۷ سنہ ۱۸۹۲ء)

پھر اسی طرح سنہ ۱۸۹۳ء میں قاضی عبیداللہ صاحب مدراس نے یہ فتوے دیا کہ:۔

"وہ شرح شریعت کی رو سے مرتد زندیق و کافر ہے۔ اور بہ مصداق ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے تیس دجالوں میں سے ایک ہے۔ اور جس نے اس کی تابعداری کی وہ بھی کافر و مرتد ہے اور شرعاً مرتد کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور اس کی عورت حرام ہوتی ہے۔ اور اپنی عورت کے ساتھ جو وطی کرے گا سو وہ زنا ہے اور ایسی حالت میں جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ ولد الزنا ہوتی ہے اور مرتد بغیر توبہ کے مر گیا تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھنا اور اس کو مقابر اہل اسلام میں دفن نہیں کرنا۔ بلکہ بغیر غسل و کفن کے کتے کی مانند گڑھے میں ڈال دینا"۔ (فتوےٰ در تکفیر منکر عروج جسمی و نزول حضرت عیسٰے علیہ السلام مطبوعہ سنہ ۱۳۱۱ھ مطبع محمدی واقع مدراس طبع اول ص۶۶/۶۷)

اور مولانا عبدالاحد خانپوری نے لکھا ہے

"جب طائفہ مرزائیہ امرتسر میں بہت ذلیل و خوار ہوئے جمعہ جماعت سے نکالے گئے اور جس مسجد میں جمع ہو کر نمازیں پڑھتے تھے۔ اس میں سے بے عزتی کے ساتھ بدر کئے گئے! اور جہاں قیصری باغ میں نماز جمعہ پڑھتے تھے وہاں سے حکماً روکے گئے تو نہایت تنگ ہو کر مرزائے قادیانی سے اجازت مانگی کہ مسجد نئی تیار کریں تب مرزا نے ان کو کہا کہ صبر کرو میں لوگوں سے صلح کرتا ہوں اگر صلح ہو گئی تو مسجد بنانے کی کچھ حاجت نہیں۔ اور نیز اور بہت سی ذلتیں اٹھائیں۔ معاملہ و برتاؤ مسلمانوں سے بند ہو گیا۔ عورتیں منکوحہ و مخطوبہ بوجہ مرزائیت کے چھینی گئیں۔ مردے ان کے بے تجہیز و تکفین اور بے جنازہ گڑھوں میں دبائے گئے وغیرہ وغیرہ تو کذاب قادیانی نے یہ اشتہار مصالحت کا دیا"۔

(اظہار مخادعہ مسیلمہ قادیانی بجواب اشتہار مصالحت یونس ثانی فی الملقب بکشف الغطاء عن ابصار اہل العمی سنہ ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء)

ان فتاویٰ کی موجودگی میں مولانا مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ غیر احمدیوں کا فعل احمدیوں کے سنہ ۱۹۰۲ء کے بعد کے رویہ کا ردعمل تھا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان فتاویٰ سے ظاہر ہے کہ غیر احمدی علماء نے حضرت بانی جماعت احمدیہ کو شروع دعوےٰ سے ہی کافر اور مرتد ہونے کا فتوےٰ دیدیا تھا اور جنازہ پڑھنے اور لڑکیوں کو احمدیوں کے عقد نکاح میں دینے سے منع کر دیا تھا۔

ہم چیلنج کرتے ہیں کہ علماء کچھ جماعت احمدیہ کے خلاف مذکورہ بالا فتوؤں سے پہلے کا کوئی ایک فتوےٰ دکھایا جائے جو بانی جماعت احمدیہ نے ان کے خلاف دیا ہو۔

اسی طرح مولانا مودودی صاحب کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح مسلمانوں اور احمدیوں نے آپس میں معاشرتی امور میں سلوک روا رکھا۔ کیونکہ اب تک غیر احمدی مسلمان اپنی لڑکیوں کا نکاح احمدی مردوں سے کرتے ہیں اسی طرح کئی مثالیں احمدیوں کی بھی پائی جاتی ہیں۔ جنہوں نے غیر احمدی مسلمانوں سے اپنی لڑکیوں کے نکاح کئے۔ اور مولانا مودودی صاحب ہرگز یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ کسی احمدی نے عیسائی یا ہندو یا یہودی کو اپنی لڑکی نکاح میں دی ہو۔ رہا نماز پڑھنے کا سوال تو اس میں بھی غیر احمدی مولویوں نے پہل کی۔ جیسے کہ ان کے فتوؤں سے ظاہر ہے۔ بلکہ احمدیوں کو اپنی مسجدوں میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اور امامت نماز کے لئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک گنہگار مسلمان ایک مومن کا امام نہیں ہو سکتا اور خود مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں

"کہ نماز کی امامت اور خطابت کے لئے جاہل اور فاسق شخص کو دانستہ پسند کرنا ایک گناہ ہے"۔

(ترجمان القرآن بابت اگست سنہ ۱۹۴۹ء ص۱۵۱)

پھر مولانا مودودی صاحب کو خوب علم ہے کہ شیعہ سنیوں کے پیچھے اسی طرح بریلوی دیوبندیوں کے پیچھے اور دوسرے مختلف فرقے باوجود مسلمان کہلانے کے ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ مثلاً شیعوں کے متعلق لکھا ہے۔

"شیعہ اثنا عشریہ قطعاً خارج از اسلام ہیں شیعوں کے ساتھ مناکحت قطعاً ناجائز اور ان کا ذبیحہ حرام ان کا چندہ مسجد میں لینا ناروا۔ ان کا جنازہ پڑھنا یا اپنے جنازوں میں شریک کرنا جائز نہیں"۔ (ملاحظہ ہو فتوے شائع کردہ مولوی محمد عبدالشکور مدیر النجم لکھنؤ جس میں علماء دیوبند کے علاوہ دیگر علماء کے دستخط بھی ثبت ہیں)

اسی طرح بریلوی حضرات دیوبندیوں کے متعلق اس قسم کا فتوےٰ صادر کر چکے ہیں۔

"کہ وہ کافر اور مرتد ہیں جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان سے بالکل محترز اور مجتنب رہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا۔ اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں۔ اور نہ ہی اپنی مسجدوں میں ان کو گھسنے دیں نہ ان کا ذبیحہ کھائیں اور نہ ہی ان کی شادی غمی میں شریک ہوں۔ نہ اپنے ہاں ان کو آنے دیں۔ یہ بیمار ہوں تو انکی عیادت کو نہ جائیں۔ مریں تو گاڑنے میں ان کی شرکت نہ کریں۔ مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں"۔ (ملاحظہ ہو۔ ۳۰ علماء اہلسنت والجماعت کا فتوےٰ مطبوعہ حسن برقی پریس اشتیاق منزل نمبر ۶۳ ہیوٹ روڈ لکھنؤ)

پھر ان علماء اہلسنت والجماعت نے اہلحدیث مسلمانوں کے متعلق بھی اس قسم کا فتوےٰ دیا۔

"مرتد ہیں یا جماع امت اسلام سے خارج ہیں۔ جو ان کے اقوال کا معتقد ہو گا کافر اور گمراہ ہو گا۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھنے ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا اور تمام معاملات میں ان کا حکم بجنسہ وہی ہے۔ جو مرتد کا ہے"۔ (فتوےٰ علماء کرام مشتہرہ در اشتہار شیخ پیر محمد قادری باغ مولوی انوار لکھنؤ ۳ شوال سنہ ۱۳۵۲ھ جس پر ۷۰ علماء کے دستخط ہیں۔ جن میں مولوی سید احمد ناظم انجمن حزب الاحناف لاہور۔ مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد خطیب مسجد وزیر خاں لاہور۔ مولوی عبدالقدیر بدایونی اور پیر جماعت علی شاہ علی پوری بھی شامل ہیں)

اور شیعہ صاحبان کا بھی سنیوں کے متعلق اسی قسم کا فتوےٰ ہے۔ چنانچہ شیعہ فرقہ کے مجتہد العصر مولوی علی الحائری فرماتے ہیں:۔

"ایک فرقہ امامیہ ہی ۷۲ فرقوں اصول فروع میں چونکہ علیحدہ ہے۔ اس لئے مبشر بالنجات یہی فرقہ ہو سکتا ہے"۔

(۱) سب سے پہلے کلمہ طیبہ ہے جسکو بہتر فرقے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صرف پڑھتے ہیں۔ مگر امامیہ علی ولی اللہ اسکے ہمراہ پڑھتے ہیں۔

(۲) امامیہ اثنا عشریہ خدا کی رویت کے قائل نہیں اور رویت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

(۳) شیعہ تمام انبیاء اور آئمہ اثنا عشریہ علیہم السلام کو معصوم و مطہر مانتے ہیں۔ اور وہ نہیں مانتے

(۴) شیعہ حضرت امیر المومنین امام المتقین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو خلیفہ بلافصل اور پیغمبر آخر الزمان صلعم کے مانتے ہیں۔ اور ان کے اور ان کی اولاد سے ۱۱ فرزند امام مہدی آخر الزمان تک یکے بعد دیگرے خلیفہ اور امام برحق مانتے ہیں۔ لیکن باقی بہتر فرقے پہلا خلیفہ ابوبکر دوسرا عمر تیسرا عثمان چوتھا علی علیہ السلام کو مانتے ہیں (۵) شیعہ تبرا یعنی دشمنان اہلبیت علیہ السلام پر لعنت کہتے ہیں اور منافقوں۔ ظالموں۔ غاصبوں سے بیزاری چاہتے ہیں۔ باقی ۷۲ فرقے ایسا نہیں کرتے بلکہ اسی وجہ سے شیعوں کے جانی اور مالی دشمن ہیں (۶) شیعہ اذان میں اشہد ان علیاً ولی اللہ اور دو دفعہ حی علی خیر العمل کہتے ہیں۔ اور وہ نہیں کہتے (۷) شیعہ امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام کو زندہ موجود اور نظر سے غائب مانتے ہیں۔ اور وہ ایسا نہیں جانتے (وغیرہ ۱۴ اختلاف درج کئے ہیں) خلاصہ۔ تمام اصول اور فروع میں یہی ایک شیعہ فرقہ بہتر فرقوں سے علیحدہ ہے۔ جن کا جوڑ کسی صورت میں ان کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بڑے بڑے مسائل اصول و فروع میں ان کا سخت اختلاف ہے۔ اس لئے تمام اسلامی فرقے شیعہ کو مخالف سمجھتے ہیں۔ لیکن حدیث مذکور کے مطابق یہی ایک فرقہ باقی فرقوں سے بالکل جدا ہونے کی وجہ سے ناجی اور بہشتی ہے"۔ (فتوی حائری حصہ دوم از افادات عالیہ حجۃ الاسلام المسلمین صدر المفسرین سلطان المحدثین محی الملت والدین رئیس الشریعۃ مدار الشریعۃ قیامی و ہر حکیم الامۃ الناجیۃ سرکار شریعت مدار شمس العلماء علامہ سید الحائری صاحب قبلہ مجتہد العصر والزمان بار سوم ص۵-۶)

شیعہ سنی نکاح

نیز فرماتے ہیں

"فرقہ حقہ شیعہ کے نزدیک شیعہ عورت کا نکاح کسی غیر شیعہ اثنا عشریہ کے ہمراہ اس لئے ناجائز ہے کہ غیر اثنا عشری کو وہ مومن نہیں سمجھتے۔ جو مسلمان کہ غیر اثنا عشری عقیدہ رکھتا ہو شیعہ کے نزدیک وہ مومن نہیں مسلمان ہے۔ ایسی صورت میں باوجود عالم مسئلہ ہونے کے اگر ایسا نکاح واقعہ ہو جائے۔ تو وہ نکاح باطل ہے ان کی اولاد بھی شرعاً ولد الزنا ہو گی۔ اگر جاہل المسئلہ ہونے کی وجہ سے ایسا نکاح ہوا تو اولاد ولد شبہ اور حلال زادی ہے۔ لیکن نکاح دونوں صورتوں میں ناجائز ہو گا بعض فقہا تو اس ناجائز نکاح میں طلاق کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے۔ لیکن اگر دخول واقعہ ہو چکا ہو تو عورت کو عدت رکھنا ضروری ہو گا وھو العالم (رسن مبارک علی حویلی لاہور علی الحائری)

مسئلہ نکاح شیعہ و سنی کا مدلل فیصلہ موسوم بہ "النظر" مؤلفہ سید محمد رضی الرضوی القمی ابن علامہ الحائری مطبوعہ سلیم پریس لاہور ص۲ بقیہ رسالہ میں اس فتوے کی صحت پر دلائل دیئے گئے ہیں ص۱۶ پارہ ۲)

ابوعبداللہ علیہ السلام سے یہ روایت درج کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

جو لوگ ائمہ معصومین کے حق میں شک رکھتے ہیں ان کی لڑکیوں سے تو شادی کر لو۔ مگر ان کو لڑکی مت دو۔ کیونکہ عورت اپنے شوہر کے ادب کو لیتی ہے۔ اور شوہر قہراً اور جبراً عورت کو اپنے دین اور مذہب پر لے آتا ہے۔"

ص۱۱ میں لکھا ہے

"امام علیہ السلام کے حکم کی تعمیل اس میں ہے۔ کہ غیر شیعہ کو لڑکی نہ دی جائے۔"

مولانا مودودی صاحب بتائیں کیا یہ سب فرقے ایک دوسرے سے عیسائیوں اور یہودیوں والا معاملہ کرتے ہیں؟ اور بچوں کے جنازہ کو تو محض فسادانگیزی کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ تمام فرقوں کے علماء جو ایک دوسرے کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں سمجھتے ان کے بچوں کو بھی ان کے ماں باپ کے حکم کے تابع رکھتے ہیں۔

مزید یہ کہ مولانا مودودی صاحب خود تمام مسلمانوں کو محض نسلی اور اصطلاحی مسلمان خیال کرتے ہیں لکھتے ہیں:۔

"ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ وہ نسلاً مسلمان ہیں حقیقی معنوں میں مسلمان فرض کر لینا اور یہ امید رکھنا کہ ان کے اجتماع سے جو کام بھی ہوگا اسلامی اصول پر ہی ہوگا پہلی اور بنیادی غلطی ہے یہ انبوہِ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطۂ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے۔" (سیاسی کشمکش حصہ سوم بار ششم ص۱۰۵-۱۰۶ مصنفہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی)

پھر مولانا مودودی صاحب مسلمانوں کو ایک اہل کتاب کی طرح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"قرآن میں جن کو اہل کتاب کہا گیا ہے۔ وہ آخر نسلی مسلمان ہی تو تھے۔ خدا اور ملائکہ اور نبی اور کتاب اور آخرت سب کو مانتے تھے۔ اور عبادات اور احکام کی رسمی پیروی بھی کرتے تھے۔ الخ۔ اسلام کی اصلی روح یعنی بندگی و اطاعت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر دینا اور دین میں شرک نہ کرنا یہ چیز ان میں سے نکل گئی تھی۔" (سیاسی کشمکش حصہ سوم بار ششم ص۱۲۲)

پھر مولانا مودودی صاحب ۹۹۹ فی ہزار مسلمانوں کو اہل کتاب کی طرح قرار دے کر اپنے آپ کو نومسلم قرار دیتے ہیں لکھتے ہیں:۔

پس درحقیقت میں ایک نومسلم ہوں۔ خوب جانچ کر اور پرکھ کر اس مسلک پر ایمان لایا ہوں جس کے متعلق میرے دل و دماغ نے گواہی دی ہے۔ کہ انسان کے لئے فلاح و اصلاح کا کوئی راستہ اس کے سوا نہیں ہے۔ میں بھی غیر مسلموں کو ہی نہیں۔ خود مسلمانوں کو اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس دعوت سے میرا مقصد اس نام نہاد مسلم سوسائٹی کو باقی رکھنا اور بڑھانا نہیں ہے۔ جو خود ہی اسلام کی راہ سے دور ہٹ گئی ہے۔" (سیاسی کشمکش حصہ سوم ص۱۶۱)

پھر آپ ارکان جماعت اسلامی کی شادیوں کے متعلق یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ وہ ان ۹۹۹ فی ہزار نام کے مسلمانوں سے اپنی جماعت کی لڑکیوں کی شادی کرنا جائز خیال نہیں کرتے۔ چنانچہ ایک تجویز پیش ہونے پر کہ ارکان اسلامی جماعت اپنی اور اپنے بچوں کی شادیاں صرف دیندار لڑکیوں لڑکیوں سے کریں آپ نے فرمایا:۔

"یہ تو حقیقی دینی شعور پیدا ہو جانے کا لازمہ اور اس کا لطری نتیجہ ہے۔ جس آدمی میں بھی یہ شعور پیدا ہو جائے گا وہ لازماً دین سے پھرے ہوئے اور اخلاقی طور پر گرے ہوئے لوگوں کو شادی بیاہ کے تعلق کے لئے تو درکنار دوستی و ہمنشینی کے لئے بھی پسند نہیں کرے گا۔ اگر کوئی شخص ایسا ہے۔ جو دینی شعور رکھنے کا دعوے کرتا ہے۔ مگر شادی و بیاہ میں دین و اخلاق کو دیکھنے کی بجائے مال و دولت اور دنیوی وجاہت کا لحاظ کرتا ہے۔ تو اس کا دعویٰ یا تو فریب ہے یا پھر ایک غلط فہمی ہے۔ جو اسے دینی نسبت ہوگئی ہے۔ ایسے لوگ اگر خدانخواستہ ہماری جماعت میں پائے جائیں تو انہیں ضرور مطلع کر دینا چاہیئے کہ آپ کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔"

(روئیداد جماعت اسلامی حصہ سوم ص۱۰۳)

علاوہ ازیں آپ ان نسلی مسلمانوں کو جو ۹۹۹ فی ہزار کی اکثریت رکھتے ہیں۔ ان کے نمائندوں کو انتخاب میں ووٹ دینا بھی شریعت کی رو سے گناہ خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ اگر تم اپنا ووٹ غلط لوگوں کے ہاتھوں میں بیچ دو گے "تو یہ اسلام سے ایسی ہی کھلی کھلی غداری ہوگی جیسے کسی مسجد کو ایک مشرک کے ہاتھ گروی رکھ دیا جائے۔ جس طرح نماز کی امامت اور خطابت کے لئے جاہل اور فاسق شخص کو دانستہ پسند کرنا ایک گناہ ہے۔ اسی طرح اپنے ووٹوں کے ذریعہ اسلامی ریاست کا نظم و نسق چلانے کے لئے کسی غیر صالح آدمی کو منتخب کرنا بھی شریعت کی رُو سے گناہ ہے۔"

(ترجمان القرآن اگست ۱۹۴۶ء ص۱۵۱)

احمدی مسلمانوں سے معاشرتی لحاظ سے اہل کتاب کا سا نہیں بلکہ مسلمانوں کا سا سلوک کرتے ہیں سامی لئے جماعت کی تاریخ اور اس کا رویہ بتلاتا ہے۔ کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور آپ کی جماعت نے مسلمانوں کو ہندوؤں وغیرہ سے علیحدہ قوم سمجھتے ہوئے اور اپنے آپ کو مخالفین اسلام کے مقابلہ میں مسلمانوں کا حصہ اور وجود سمجھتے ہوئے ہمیشہ مسلمانوں کا ساتھ دیا۔

پھر معاشرتی مقاطعہ کا ایک فرضی بھیانک منظر مولانا مودودی صاحب نے پیش کیا ہے:۔

"کہ جہاں شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو اپنے لئے حرام سمجھنے لگیں۔ یا کم از کم اپنے تعلقات کے جائز ہونے میں شک کرنے لگیں۔"

احمدیہ جماعت کا کوئی فتویٰ نہیں کہ خاوند یا بیوی میں سے کسی ایک کے احمدی یا غیر احمدی ہو جانے سے ان کے تعلقات زوجیت ناجائز اور حرام ہو جاتے ہیں۔ یہ تو مولانا مودودی صاحب اور ان کے ہمنوا مولویوں کا فتویٰ ہے احمدیوں کا نہیں۔ اگر محض اختلاف خیالات کی وجہ سے معاشرہ میں تلخی پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ تلخی محسوس کرنے والے یا سمجھنے والے کی غلطی ہے۔ احمدی لوگ اختلاف خیال کی بناء پر کوئی تلخی پیدا نہیں کرتے۔ بلکہ وہ محبت و پیار و حسن سلوک سے رہنے کے عادی ہیں۔ اسی واسطے دیہاتیوں میں جن جن برادریوں سے احمدی تعلقات رکھتے ہیں احمدیت کی وجہ سے ان کے تعلقات برادری میں کبھی فرق نہیں آیا۔ اگر شاذ و نادر طور پر کوئی واقعہ تعلقات زوجیت کو توڑنے کے لئے کوئی مقدمہ بنا بھی تو وہ محض مولویوں کی انگیخت پر ہوا۔ ورنہ ان کے درمیان اختلاف افکار و خیالات تک ہی رہا ہے۔ اور ہر مصلح اسی قسم کا اختلاف پیدا کرنے کا موجب ہوا کرتا ہے۔ کیا مولانا مودودی صاحب کے مسلمانوں کے متعلق مذکورہ بالا خیالات و اذکار کا جائزہ لینے کے بعد یہ خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ جب کسی برادری یا گھر میں سے ایک شخص مولانا مودودی صاحب کے خیالات کو اپنائے گا۔ اور دوسروں کو اہل کتاب کی طرح خیال کرے گا۔ اور انہیں رسمی مسلمان سمجھے گا۔ اور اپنے آپ کو نومسلم قرار دے گا۔ تو ان کے درمیان پھوٹ نہیں پڑے گی؟ چنانچہ خود مولانا مودودی صاحب اس امر کے معترف ہیں کہ ان کی جماعت میں داخل ہونے کے بعد ارکانِ جماعت کو اپنے اقرباء سے اور شوہروں کو اپنی بیویوں سے علیحدہ ہونا پڑا اور

"اسی بناء پر بعض والدین نے اپنے اکلوتے جگر گوشوں کو گھر سے باہر کر دیا...... بعض بے دین شوہروں نے اپنی بے گناہ بیویوں کو معلق کر کے چھوڑ دیا۔" (روئیداد جماعت اسلامی حصہ سوم ص۲۷)

اسی کتاب کے ص۳۳ پر مولانا فرماتے ہیں:۔

"اس مسلک کو عملاً اختیار کرتے ہی آدمی کا قریب ترین ماحول اس کا دشمن بن جاتا ہے۔ اس کے اپنے والدین اس کے بھائی بند اس کی بیوی اور بچے اور اس کے جگری دوست سب سے پہلے اس کے ایمان سے قوت آزمائی کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات اس مسلک کا پہلا اثر ظاہر ہوتے ہی آدمی کا اپنا گہوارہ جس میں وہ نازوں سے پالا گیا تھا۔ اس کے لئے زنبور خانہ بن جاتا ہے۔"

ابے بلیا والزام

جواب پیراگراف ۴ اس پیرا میں مولانا مودودی صاحب نے احمدیوں میں جتھہ بندی کے میلان کو مسلمانوں اور احمدیوں میں معاشی نزاع کی بنیاد قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ احمدیوں نے ہر شعبہ میں احمدیوں کو غیر احمدیوں پر ترجیح دینے اور ایک دوسرے کی مدد کر کے آگے بڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ خصوصیت کے ساتھ سرکاری ملازمتوں کے معاملے میں دونوں گروہوں کی کشمکش زیادہ نمایاں ہو رہی ہے۔ یہ اس نوعیت کی نزاع ہے۔ جو اس سے پہلے مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک دوسرے سے پھاڑ کر باہمی عداوت کی آخری حدود کو پہنچ چکی ہے۔

مولانا مودودی صاحب کا یہ قول سراسر خلاف واقع ہے۔ کہ احمدیوں نے منظم ہو کر ہر شعبہ میں قادیانیوں کو غیر قادیانیوں پر ترجیح دینا شروع کر دی ہے۔ اور ہم تحقیقاتی عدالت سے باادب درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ مولانا مودودی صاحب سے اس کا ثبوت مانگے۔ ظاہر ہے کہ سرکاری ملازمتوں میں احمدی غیر احمدی کی نسبت اتنی تعداد میں ہیں۔ کہ کوئی ذی عقل انسان ان کی نسبت یہ گمان کرنا بھی درست نہیں سمجھتا۔ جیسے مولانا مودودی صاحب نے واقعہ کے طور پر تحقیقاتی عدالت کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔ پراپیگنڈا کرنے والے مولویوں نے عوام الناس کو اشتعال دلانے کے لئے کہا۔ کہ پاکستانی فوج میں، ایئرفورس میں، اور نیوی میں کلیدی آسامیوں پر قبضہ کئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ کلیدی آسامیوں کا ہمیشہ کمیشن فیصلہ کیا کرتے ہیں۔ اور قابلیت کے لحاظ سے انتخاب کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسری قسم کی کئی اور ملازمتوں میں بھی امتحان لے کر ترقی دی جاتی ہے۔ اگر پراپیگنڈا کرنے والوں کا یہ قول درست ہے تو لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ احمدی اپنی قابلیت کی بناء پر بذریعہ انتخاب ان ملازمتوں پر لئے گئے ہیں نہ کہ ناجائز امداد اور خویش پروری کے ذریعہ جیسا کہ مولانا مودودی صاحب کہتے ہیں۔ اگر مولانا مودودی صاحب کا یہ الزام درست ہوتا۔ تو دوسرے ڈیپارٹمنٹوں کے غیر احمدی آفیسرز سے یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی تھی اور وہ اس کے خلاف ضرور پروٹسٹ کرتے۔ مگر حیرانگی کی بات ہے کہ پروٹسٹ احرار کی طرف سے کیا گیا۔ اور خلاف واقعہ باتیں بنا بنا کر احمدیوں کے خلاف اشتعال اور جوش دلایا گیا۔ مثال کے طور پر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ احمدی فوج میں زیادہ ہیں یہ ثابت کیا جائے کہ ریکروٹنگ بورڈ میں احمدی آفیسر ہوتے تھے۔ چوٹی کا احمدی افسر چوہدری محمد ظفر اللہ خان ہیں ثابت کیا جائے۔ کہ انہوں نے اپنے محکمہ میں کتنے احمدی

بھرتی کئے گئے ہیں۔ اور آیا بھرتی کرنا ان کے اختیار میں بھی ہے یا نہیں۔ کمیشن اگر چاہے تو گورنمنٹ کو کہہ کر یہ معلوم کر سکتا ہے۔ کہ فارن ڈیپارٹمنٹ میں کس اصول پر بھرتی کی جاتی ہے اور کون کرتا ہے۔

ایک اور غلط بیانی

پھر مولانا مودودی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ سب سے زیادہ پنجاب میں یہ بات رونما ہوئی۔ ہمارے نزدیک مولانا مودودی صاحب کی یہ بات بھی خلاف واقعہ ہے۔ گورنمنٹ کے مختلف محکموں میں بھرتی کے افسر مقرر ہوتے ہیں۔ اس وقت پنجاب میں احمدی بڑا افسر مرزا مظفر احمد ہیں ہم کمیشن سے درخواست کرتے ہیں کہ مولانا مودودی صاحب سے یہ ثبوت لے۔ کہ اس وقت تک مرزا مظفر احمد صاحب نے کتنے آدمی بھرتی کئے ہیں۔ اور ان میں سے کتنے احمدی تھے۔ نیز ان سے دریافت کیا جائے۔ کہ پنجاب میں کتنے احمدی افسروں نے گذشتہ تین چار سال میں کتنے احمدی بھرتی کئے ہیں۔ اور آیا وہ اس نسبت سے زیادہ ہیں جتنی کہ احمدیوں کو حاصل ہونی چاہیئے تھی۔ اور آیا ان کی کوالیفکیشن اس سے کم تھی۔ جو حکومت نے اس عہدے کے لئے مقرر کی ہے۔ نیز مولانا مودودی صاحب بتائیں کہ اسی احمدی افسر نے اس عرصہ میں غیر احمدی کتنے بھرتی کئے تھے۔ اور دونوں بھرتیوں میں کیا نسبت تھی۔ عدالت کے سامنے بے دلیل بات کرنا فساد کو بڑھانے والی بات ہے تحقیقات میں ممد نہیں ہو سکتی۔

مولانا مودودی صاحب کا یہ خیال بھی درست نہیں ہے کہ ملازمتوں کے متعلق نزاع کی نوعیت وہی ہے۔ جو اس سے پہلے مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک دوسرے سے پھاڑ کر باہمی عداوت کی آخری حدود کو پہنچا چکی ہے۔ یہاں تو معاملہ ہی بالکل برعکس ہے۔ احمدی افسر غیر احمدی افسروں کی نسبت نہایت اقلیت میں ہیں۔ اس لئے اگر احمدی آفیسر ملازمتوں کے معاملہ میں اس قسم کی جنبہ داری یا خویش پروری کا سلسلہ شروع کرتے جس سے دوسرے مسلمان اپنے جائز حقوق سے محروم رہتے تو غیر احمدی افسر جو کہ اکثریت میں ہیں اس صورت حال پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ بلکہ وہ بدلہ لینے کے لئے احمدیوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے۔ پس یہ احمدیوں کے خلاف ایک جھوٹا پراپیگنڈا ہے۔ جس کا مقصد احمدیوں کو ملازمتوں میں ان کے جائز حقوق سے محروم کرنا ہے۔

انگریز کا وفادار کون؟

جواب پیراء ۵۔ اسی پیراء میں مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اور ان کی جماعت نے مسلمانوں کو کچلنے کے لئے اور ان کو ہمیشہ غلام رکھنے کے لئے اور اپنی ترقی کا راستہ کھولنے کے لئے یہ فارمولا بنایا۔ کہ انگریزی حکومت کے ساتھ تعاون کو اپنا جزو ایمان قرار دیا۔

مولانا مودودی صاحب جماعت اسلامی کے جو ان کے نزدیک صالحین کی جماعت ہے امیر اور لیڈر ہیں۔ وہ اپنے ایک خیال کو دوسرے شخص کے دل کی بات قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ایسے شخص کو فرمایا۔ جس نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے کو اس لئے قتل کر دیا تھا کہ اس نے خوف کے مارے یہ کلمہ کہا ہے۔ تو نے اُسے کیوں قتل کیا۔ کیا تو نے اُس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا۔ مولانا مودودی صاحب کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ کہتے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی انگریزی حکومت سے تعاون کی تعلیم غلط تھی۔ ان کو یہ بھی حق حاصل تھا۔ کہ وہ یہ کہتے کہ اس تعلیم کے نتیجہ میں مسلمانوں کی غلامی کی زنجیریں سخت ہو گئیں۔ لیکن ان کو یہ کہنے کا حق نہیں تھا۔ کہ وہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور ان کی جماعت کی نسبت یہ الزام لگاتے کہ انہوں نے شروع سے بدنیتی اور بے ایمانی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے اور دوسرے مسلمانوں کو تباہ کرنے کی ایک سکیم بنائی۔ اگر یہ بات جائز ہے تو دوسرے کو بھی یہ کہنے کا حق حاصل ہے۔ کہ مولانا مودودی صاحب نے جماعت اسلامی کی تحریک محض رسوخ حاصل کرنے کے لئے شروع کی ہے۔ اور اگر کوئی ایسا کہے۔ تو کسی قدر حق بھی ہوگا۔ کیونکہ مولانا مودودی صاحب نے صالح جماعت کے سٹنٹ سے الیکشن میں اپنی جماعت کو آگے لانے میں کوشش بھی کی۔ اگر بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق یہ بات کہی جا سکتی ہے۔ تو کیوں یہ بات مولانا مودودی صاحب کے متعلق نہیں کہی جا سکتی۔ اور سید احمد بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق نہیں کہی جا سکتی۔ جنہوں نے انگریزی حکومت کے ساتھ جہاد کرنے کا انکار کیا ہے۔ اور یہ بات مسیح علیہ السلام کے متعلق نہیں کہی جا سکتی۔ جنہوں نے رومی حکومت کے ماتحت رہتے ہوئے یہ کہا۔ جو خدا کا ہے اُس کو دو اور جو قیصر کا ہے اُس کو دو۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کیوں نہیں کہی جا سکتی۔ جنہوں نے کافر بادشاہ کی اطاعت کی۔ اُس کی نوکری کی۔ اور اس کے ملک کی بہتری کے لئے جان لڑا دی۔ پھر کیا یہی بات خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام سے نہیں کہی تھی۔ کہ جب وہ فرعون کے پاس جائیں۔ تو قولا لہ قولاً لیناً۔ نہایت نرم پیرایہ سے بات کریں۔ پھر یہی بات مسلمانوں کے لیڈر سر سید احمد خاں۔ سید امیر علی اور سر آغا خان اور سر فضل حسین کے متعلق کیوں نہیں کہی جا سکتی جنہوں نے ایسی ہی باتیں انگریزی قوم کے حق میں لکھیں۔ عجیب بات ہے کہ اپنے لیڈر اور اپنے سردار وہی باتیں کرتے ہیں۔ تو وہ دیانتدار ہیں۔ قوم کے لیڈر اور راہنما ہیں۔ جب اپنے مانے ہوئے راہنما وہی بات کہتے ہیں۔ تو سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے ہیں۔ لیکن اگر وہی بات ایک چھوٹی جماعت کا لیڈر کرتا ہے۔ تو وہ گردن زدنی اور کشتنی ہے۔ اور بدنیت اور بے ایمان ہے۔ کیا یہی وہ جمہوریت ہے۔ جو مولانا مودودی صاحب اور ان کے ظاہراً خفیہ خیر خواہ دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں؟

غیر احمدی علماء اور لیڈروں کے اقوال

چنانچہ ہم اس کی تائید میں معزز عدالت کے سامنے غیر احمدی علماء اور لیڈروں کے اقوال پیش کرتے ہیں:-

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو سردار اہلحدیث کہلاتے تھے۔ اپنے رسالہ اشاعت السنہ (نمبر ۱۰ جلد ۶ صفحہ ۲۸۷) میں لکھتے ہیں:-

"مسلمان رعایا کو اپنی گورنمنٹ سے (خواہ وہ کسی مذہب یہودی عیسائی وغیرہ پر ہو۔ اور اس کے امن وعہد میں وہ آزادی کے ساتھ شعائر مذہبی ادا کرتی ہو) لڑنا یا اس کے لڑنے والوں کی جان و مال سے اعانت کرنا جائز نہیں ہے۔ بناءً علیہ اہل اسلام ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریز کی مخالفت و بغاوت حرام ہے"

اور لکھتے ہیں۔

مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے اصل معنی جہاد کے لحاظ سے بغاوت ۱۸۵۷ء کو شرعی جہاد نہیں سمجھا بلکہ اس کو بے ایمانی و عہد شکنی و فساد و عناد خیال کر کے اس میں شمولیت اور اس کی معاونت کو معصیت قرار دیا۔ صفحہ ۲۸۸

پھر لکھتے ہیں:-

"سلطان روم ایک اسلامی بادشاہ ہے۔ لیکن امن عام اور حسن انتظام کے لحاظ سے (مذہب سے قطع نظر) برٹش گورنمنٹ بھی ہم مسلمانوں کے لئے کم فخر کا موجب نہیں ہے۔ اور خاص گروہ اہل حدیث کے لئے تو یہ سلطنت بلحاظ امن و آزادی اس وقت کی تمام اسلامی سلطنتوں (روم، ایران، خراسان) سے بڑھ کر فخر کا محل ہے" (صفحہ ۲۹۲)

اور لکھتے ہیں:-

"اس امن و آزادی عام و حسن انتظام برٹش گورنمنٹ کی نظر سے اہل حدیث ہند اس سلطنت کو از بس غنیمت سمجھتے ہیں۔ اور اس سلطنت کی رعایا ہونے کو اسلامی سلطنتوں کی رعایا ہونے سے بہتر جانتے ہیں۔ اور جہاں کہیں وہ رہیں اور جائیں (عرب میں خواہ روم میں خواہ اور کہیں) کسی اور ریاست کا محکوم رعایا ہونا نہیں چاہتے" صفحہ ۲۹۳

اس طرح سر سید احمد خاں نے بھی اپنی کتاب رسالہ اسباب بغاوت ہند میں برٹش گورنمنٹ کی وفاداری کی تلقین کی ہے۔ اور اس کے خلاف کھڑے ہونے کو بغاوت قرار دیا ہے۔ اور حضرت سید احمد بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اس انگریزی آزاد عملداری کو اپنی عملداری خیال کرتے تھے۔ کیونکہ اس میں حکومت برطانیہ سے پوری مذہبی آزادی دی ہوئی تھی۔

مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری لکھتے ہیں:-

"سید صاحب (حضرت سید احمد بریلوی) کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی عملداری سمجھتے تھے" (سوانح احمدی مؤلفہ جعفر تھانیسری صفحہ ۷۱)

مولانا ظفر علی کا ارشاد

مولانا ظفر علی خان ہندوستان کو دار الاسلام قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"مسلمان ایک لمحہ کے لئے ایسی حکومت سے بدظن ہونے کا خیال نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی بدبخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جرأت کرے۔ تو ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ وہ مسلمان مسلمان نہیں۔ (زمیندار مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۱۱ء)

پھر لکھتے ہیں:-

"زمیندار اور اس کے ناظرین گورنمنٹ برطانیہ کو سایہ خدا سمجھتے ہیں۔ اور اس کی عنایت شاہانہ و انصاف خسروانہ کو اپنی دلی ارادت و قلبی عقیدت کا کفیل سمجھتے ہوئے اپنے بادشاہ عالم پناہ کی پیشانی کے ایک قطرے کی بجائے اپنے جسم کا خون بہانے کے لئے تیار ہیں۔ اور یہی حالت ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی ہے" (زمیندار ۹ نومبر ۱۹۱۱ء)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو گورنمنٹ انگریزی کے بارے میں جو بار بار لکھنا پڑا۔ تو اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ مسلمان مولوی اور دوسرے مذاہب والے خصوصاً عیسائی پادری آپ کے خلاف گورنمنٹ انگریزی میں جھوٹی شکائتیں کرتے رہتے تھے۔ کہ آپ باطن گورنمنٹ انگریزی کے دشمن ہیں۔ اور موقع پا کر آپ کے خلاف جنگ کا اعلان کریں گے۔ اور گورنمنٹ انگریزی اس وجہ سے بھی شبہ کی نظر سے دیکھتی تھی۔ کہ آپ کا دعویٰ مسیح موعود و مہدی ہونے کا تھا۔ اور انگریزی حکومت اس قسم کے دعوے کی وجہ سے ان کی شکایات کو توجہ کی نظر سے دیکھتی تھی۔ کیونکہ قریب ہی کے زمانہ میں مہدی سوڈان کے دعوے نے جو جنگ کی حالت پیدا کر دی تھی وہ انگریزوں کو بھولی نہیں تھی۔ اور اس وجہ سے بھی کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جب مہدی موعود آئے گا۔ وہ ہندوستان کے بادشاہوں سے جنگ کرے گا۔ اور وہ اس کے سامنے بیڑیوں میں جکڑے ہوئے پیش کئے جائیں گے۔ اور اسی طرح وہ مسیح موعود کے متعلق یہ خیال کرتے تھے کہ مسیح موعود اہل کتاب سے جزیہ قبول نہیں کرے گا بلکہ صرف اسلام قبول کرے گا۔ اور جو اسلام قبول نہیں کرے گا۔ اسے قتل کر دے گا۔ مسلمانوں کے یہ عقائد اقتراب الساعۃ حجج الکرامہ مؤلفہ نواب

صدیق حسن خان صاحب بھی موجود ہیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ بانی سلسلہ احمدیہ ان غلط اعتقادات کی تردید کرتے۔ باقی انگریزی گورنمنٹ کو یقینی دلاتے کہ ان کے خلاف مولویوں کی طرف سے جو شکایات حکومت کے پاس کی جاتی ہیں۔ وہ غلط ہیں۔ اور میرے نزدیک ایسی حکومت کی جس نے مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ اور مذہب اسلام کے قبول کرنے سے نہیں روکتی۔ اطاعت کرنا ضروری ہے۔ ایسی شکایات کے متعلق آپ اپنی کتاب انجام آتھم میں مولویوں کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ بعض ان میں سے:۔

"گورنمنٹ انگریزی سے جھوٹی شکائتیں میرے متعلق لکھتے۔ اور اپنی عداوت باطنی کو چھپا کر مخبروں کے لباس میں نیش زنی کر رہے ہیں۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ کوئی بات زمین پر نہیں ہو سکتی۔ جب تک آسمان پر نہ ہو۔ اور گورنمنٹ انگریزی میں یہ کوشش کرنا کہ مخفی طور پر میں گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ ہوں یہ نہایت سفلہ پن کی عداوت ہے۔"

(انجام آتھم صفحہ ۶۵)

نیز اپنی کتاب نور الحق مطبوعہ ۱۸۹۳ء میں پادریوں کا ذکر کرتے ہوئے۔ خصوصاً پادری عماد الدین کا جس نے اپنی کتاب توزین الاقوال میں حکومت کو آپ کے خلاف اکسایا تھا۔ لکھا:۔

"ایک خاص افترا کے طور پر اس میں میرے حالات لکھے ہیں۔ اور بیان کیا ہے کہ یہ شخص ایک مفسد آدمی اور گورنمنٹ کا دشمن ہے۔ مجھے اس کے طریق چال چلن میں بغاوت کی نشانیاں دکھائی دیتی ہیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ ایسے ایسے کام کرے گا۔ اور وہ مخالفوں میں سے ہے۔"

(انوار الحق جلد اول صفحہ ۲۲)

نیز حوالجات کے "تسلیم و انکار" کے جواب میں تبلیغ رسالت کے حوالہ سے اسی مضمون کے بہت سے حوالجات دیئے جا چکے ہیں۔

پس مخالفین کی شکائتیں حکومت کے پاس اس امر کا موجب ہوئیں کہ بانی سلسلہ احمدیہ بار بار انگریزی حکومت کا مذہبی آزادی دینے کے لئے شکریہ ادا کریں۔

الہام کی مماثلت

جواب پیرا نمبر ۶ ۔ اس پیرا میں مولانا مودودی صاحب نے چند حوالہ جات درج کئے ہیں۔ جنہیں مولانا مودودی صاحب نے مسلمانوں کے لئے سخت دل آزار اور اشتعال انگیز قرار دیا ہے۔ اس پیرا میں پیش کردہ حوالہ جات کا مختصر جواب حوالہ جات "تسلیم و انکار" کے سلسلہ میں دیا جا چکا ہے۔ لیکن تاہم دو تین حوالہ جات کا یہاں تفصیلی جواب دیا جاتا ہے۔

(۱) اخبار الفضل کے حوالہ سے مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے ایک غلطی کے ازالہ میں لکھا ہے۔ محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم کے الہام میں محمد رسول اللّٰہ سے مراد میں ہوں۔ اور محمد رسول اللّٰہ خدا نے مجھے کہا ہے۔" (ایک غلطی کے ازالہ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔ "پھر اسی کتاب (یعنی براہین احمدیہ) میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللّٰہ ہے محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا۔ اور رسول بھی۔"

اس میں قابل توجہ یہ بات ہے کہ آپ نے یہاں قرآنی آیت کے متعلق ذکر نہیں کیا۔ بلکہ اپنے الہامات کا ذکر کیا ہے کہ آپ کو اپنے اس الہام میں محمد بھی کہا گیا۔ اور رسول بھی۔ اور آیت قرآنی کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کے مصداق آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"تم سن چکے ہو۔ کہ ہمارے نبی کریم صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں۔ ایک محمد صلے اللّٰہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے۔ جو ایک آتشی شریعت ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۰) اور ایک غلطی کے ازالہ میں آپ نے اس امر کی بھی تشریح کر دی ہے۔ کہ میرا نام محمدؐ اور احمدؐ کے نام سے موسوم ہونا اور نبی اور رسول بطور بروزی اور ظلی طور پر ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک وجود ہے۔ جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے۔ یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمدؐ اور احمدؐ سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں۔ اور نبی بھی ہوں۔ یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔ اور اس طور سے خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہی۔ کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

علماء کا نظریہ

مزید برآں امت محمدیہ کے دونوں بڑے گروہ یعنی شیعہ اور سنی اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے آنے والے امام مہدی کے متعلق فرمایا ہے کہ اسے خدا کی طرف سے محمدؐ اور احمدؐ کا نام دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ باب خروج المہدی و بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۲۰۲)

اور ایسی آیات قرآنی کا جو آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نازل ہوئیں کسی امتی پر الہام ہونا جائز ہے۔ چنانچہ مولوی عبد الجبار غزنوی والد ماجد مولوی داؤد غزنوی صاحب اپنی کتاب "اثبات الالہام والبیعت" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر الہام میں اس بات کا القاء ہو۔ جس میں خاص آنحضرت صلعم کو خطاب ہو۔ تو صاحب الہام اپنے حق میں خیال کر کے اس کے مضمون کو اپنے حال سے مطابق کرے گا۔ اور نصیحت پکڑے گا۔ اگر کوئی شخص ایک آیت کو جو پروردگار نے جناب رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نازل فرمائی ہے۔ اسے اپنے پر وارد کرے۔ اور اس کے امر و نہی اور تاکید و ترغیب کو بطور اعتبار اپنے لئے سمجھے تو بے شک وہ شخص صاحب بصیرت اور مستحق تحسین ہو گا۔

اگر کسی پر ان آیات کا القاء ہو جن میں خاص آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔ مثلاً نمبر ۱ الم نشرح لک صدرک۔ کیا نہیں کھولا ہم نے واسطے تیرے سینہ تیرا۔ نمبر ۲ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ نمبر ۳ فسیکفیکھم اللّٰہ۔ نمبر ۴ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل نمبر ۵ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ نمبر ۶ فصل لربک وانحر۔ ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ نمبر ۸ ووجدک ضالاً فھدیٰ۔ تو بطریق اعتبار یہ مطلب نکالا جائے گا کہ انشراح صدر و رضاء اور انعام و ہدایت جس لائق یہ ہے۔ علی حسب المنزلت اس شخص کو نصیب ہو گا۔ اور امر و نہی وغیرہ میں اس کو آنحضرت کے حال میں شریک سمجھا جائے گا۔" (اثبات الالہام والبیعۃ صفحہ ۱۲۲/۱۲۳)

اسی طرح سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"ثم ترفع الی الملک الاکبر فتخاطب بانک الیوم لدینا مکین امین۔"

(فتوح الغیب مع شرح فارسی مقالہ ۲۸ صفحہ ۱۷۱)

یعنی جب تو مرتبہ فناء میں کمال کو پہنچ جائے گا۔ تو تیرا خدا کی طرف رفع کیا جائے گا۔ اور خدا تجھے مخاطب کرے گا۔ کہ انک الیوم لدینا مکین امین اور یہ قرآن مجید کی آیت ہے۔ جو سورہ یوسف میں موجود ہے

اور مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۱۳۶ میں لکھا ہے:۔

"کہ مجدد الف ثانی کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت شاہ محمد یحییٰ کے تولد سے پہلے حضرت مجدد صاحب کو الہام ہوا تھا۔ انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ اس رعایت سے ان کا نام محمد یحییٰ ہوا۔"

حالانکہ یہ الہام حضرت زکریا علیہ السلام کو ہوا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

(۲) پھر ایک حوالہ مولانا مودودی صاحب نے اعجاز احمدی کا یہ پیش کیا ہے کہ:۔

"اس کے (یعنی نبی کریمؐ کے) لئے چاند گرہن کا نشان ظاہر ہوا۔ اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا اب تو کیا انکار کرے گا۔"

مولانا مودودی صاحب کے اس حوالہ کے پیش کرنے کی غرض اس سے آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی توہین ثابت کرنا معلوم ہوتی ہے۔ جو درست نہیں۔ کیونکہ سورج اور چاند گرہن کا جو نشان ظاہر ہوا۔ وہ آپ کی صداقت کا نشان اس لئے بنا۔ کہ احادیث کی کتب میں وہ سچے مہدی کی علامت قرار دی گئی تھی۔ پس یہ نشان بھی آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو گا۔

چنانچہ اس سے پہلے اشعار میں آپ فرماتے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں محمد صلعم کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں۔ میں اس کی آل برگزیدہ ہوں۔ کہ جس کو ورثہ پہنچ گیا۔ اور ہمارے صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے لئے میری طرح اور بھی بیٹے ہیں۔ اور قیامت تک ہوں گے۔ اور ہم نے اولاد کی طرح وراثت پائی۔ پس اس سے بڑھ کر اور کونسا ثبوت ہے۔ جو پیش کیا جائے۔ اور اس سے اگلے شعر میں چاند اور سورج کے گرہن کا ذکر فرمایا ہے۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۷۱)

اور اس کے بعد آپ یہ فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اور سایہ کیونکر اپنے اصل سے مخالف ہو سکتا ہے؟ پس وہ روشنی جو اس میں ہے۔ وہ مجھ میں چمک رہی ہے۔

یعنی آپ کے لئے جو نشانات ظاہر ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی ہی برکت ہے۔ پس اگر روایتوں میں یہ خبر نہ ہوتی۔ کہ چاند اور سورج گرہن مہدی موعود کی صداقت کی دلیل ہو گا۔ تو وہ نشان کیونکر ہو سکتا تھا پس یہ نشان بھی آپ کو آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی طرف سے ورثہ میں ملا ہے۔ اس میں آنحضرت صلعم سے کوئی تقابل مقصود نہیں ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ آپ کی تائید میں نشانات ظاہر ہو رہے ہیں۔ وہ بھی دراصل آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"اسلام تو آسمانی نشانوں کا سمندر ہے۔ کسی نبی سے اس قدر معجزات ظاہر نہیں ہوئے جس قدر ہمارے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے۔ کیونکہ پہلے نبیوں کے معجزات ان کے ساتھ ہی مر گئے۔ مگر ہمارے نبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے معجزات اب تک ظہور میں آ رہے ہیں۔ اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے۔ اور جو کچھ میری تائید میں ظاہر ہوتا ہے۔ دراصل وہ سب آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۵)

۳۔ سخت الفاظ کا جواب:۔

پھر مولانا مودودی صاحب نے آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴۷ اور نجم الہدیٰ صفحہ ۱۰ اور انوار الاسلام صفحہ ۳۰ کے حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ جن سے ان کا مقصد یہ ہے کہ نعوذ باللّٰہ بانی جماعت احمدیہ نے علماء کو اور عامۃ المسلمین کو گالیاں دی ہیں حالانکہ ان حوالہ جات میں آپ کے مخاطب عام مسلمان نہیں بلکہ خاص اشخاص مراد ہیں۔ کیونکہ حضور شرافت ذاتی

رکھنے والے اور نیک چلن پادری اور شریف مسلمان کے متعلق اپنی کتاب "ایام الصلح" ٹائیٹل پیج صفحہ ۱ میں فرماتے ہیں:-

"سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں ہے۔ جو بد زبانی اور کمینگی کے طریق اختیار نہیں کرتے۔

اسی طرح "لجۃ النور" صفحہ ۶ میں فرماتے ہیں عربی سے ترجمہ درج ذیل ہے:-

"ہم صالح اور مہذب شرفاء کی ہتک سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ خواہ مسلمانوں میں سے ہوں۔ خواہ عیسائیوں میں سے یا آریوں میں سے ہمارے نزدیک سب قابل عزت ہیں۔ بلکہ ہمیں تو ان کے بیوقوفوں سے بھی واسطہ نہیں۔ ہمارے مخاطب تو صرف وہ لوگ ہیں جو اپنی بد زبانی اور گندہ دہانی کی وجہ سے مشہور ہو چکے ہیں۔ ورنہ جو لوگ نیک ہیں اور بد زبان نہیں۔ ہم اُن کا ذکر ہمیشہ بھلائی کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور اُن کی عزت کرتے ہیں۔ بلکہ بھائیوں کی طرح ان سے محبت کرتے ہیں۔

پس جن الفاظ کو مولانا مودودی صاحب سخت الفاظ قرار دیتے ہیں اگر اُن کے نظریہ کے مطابق وہ سخت الفاظ سمجھے بھی جائیں تو اُن کے مصداق صرف ایسے ہی پلید لوگ ہیں۔ جن کا ذکر مذکورہ بالا تحریرات میں کیا گیا ہے۔ ایسا ہی قرآن مجید میں کفار کے متعلق بظاہر سخت الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ گو طریق بیان عام ہے۔ لیکن مراد خاص لوگ ہیں۔ چنانچہ مولانا شبلی نعمانی ایسے قرآنی کلمات کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔

" قرآن مجید میں پیہم اعلانیہ ان بدکاروں کی شان میں آئتیں نازل ہوئی تھیں۔ اور گو طریقہ بیان عام ہوتا تھا۔ لیکن لوگ جانتے تھے۔ کہ روئے سخن کن کی طرف ہے"۔ (سیرۃ النبی جلد اول طبع اول صفحہ ۲۰۲)

اسی طرح حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی مذکورہ بالا تحریروں سے واضح ہے کہ آپ کی تحریروں میں جہاں کہیں کوئی سخت لفظ استعمال ہوا ہے۔ تو اس کے مصداق معین قسم کے اشخاص ہیں۔ عام لوگ مراد نہیں۔ اور عقلاً یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ شخص جو سب لوگوں کو حق کی طرف بلائے۔ اور اُسے قبول کرنے کی تلقین کرے۔ وہ ان کے حق میں سخت الفاظ استعمال نہیں کر سکتا وہ بیان واقعہ کے طور پر صرف انہی لوگوں کے حق میں کرے گا۔ جو اپنی بد زبانی اور بد کرداری کے لحاظ سے اس کا مصداق ہو چکے ہوں گے چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کی تعلیم حد درجہ نرمی اور محبت پیار پر مبنی تھی۔ انہیں بھی اپنے وقت کے فقیہی اور فریسی (علماء) کے حق میں الا

کی گالیوں اور بد کرداری کے جواب میں بیان واقعہ کے طور پر اور "حرامکار" اور "سانپ اور سانپوں کے بچے" اور "ریاکار" اور "شیطان" وغیرہ کے الفاظ استعمال کرنے پڑے۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی علماء سے درخواست کہ کوئی فریق سخت زبانی نہ کرے۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے کئی مرتبہ علماء سے یہ درخواست کی کہ وہ سخت زبانی سے باز آجائیں مگر اُنہوں نے ہمیشہ آپ کی درخواست کو متکبرانہ انداز میں رد کر دیا۔ چنانچہ ایک دفعہ ۱۸۹۷ء میں حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے علماء سے سات سال کے لئے مخالفت چھوڑنے کی درخواست کی۔ جیسا کہ پیرا ۲ میں بحوالہ ضمیمہ انجام آتھم ذکر ہو چکا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ۵ مارچ ۱۹۰۱ء کو آپ نے "الصلح خیر" کے زیر عنوان ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں آپ نے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:-

"آج پھر میرے دل میں خیال آیا۔ کہ میں ایک مرتبہ پھر آپ صاحبوں کی خدمت میں مصالحت کے لئے درخواست کروں۔ مصالحت سے میری مراد یہ نہیں۔ کہ میں آپ صاحبوں کو اپنا ہم عقیدہ بنانے کے لئے مجبور کروں۔ یا اپنے عقیدہ کی نسبت اس بصیرت کے مخالف کوئی کمی بیشی کروں۔ جو خدا نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ بلکہ اس جگہ مصالحت سے صرف یہ مراد ہے۔ کہ فریقین ایک پختہ عہد کریں۔ کہ وہ اور تمام وہ لوگ جو ان کے زیر اثر ہیں۔ ہر ایک قسم کی سخت زبانی سے باز رہیں۔ (سخت زبانی میں یہ بات داخل ہو گی۔ کہ ایک فریق دوسرے فریق کو ان الفاظ سے یاد کرے کہ وہ دجال ہے یا بے ایمان ہے یا فاسق ہے۔ گو یا یہ کہنا کہ اس کے بیان میں غلطی ہے۔ یا وہ خاطی یا مخطی ہے۔ سخت زبانی میں داخل نہ ہو گا منہ) اور کسی تحریر یا اشارہ کنایہ سے فریق مخالف کی عزت پر حملہ نہ کریں اور اگر دونوں فریق میں سے کوئی صاحب اپنے فریق مخالف کی مجلس میں جائیں۔ تو جیسا کہ شرط تہذیب اور شائستگی ہے۔ فریق ثانی سے مدارات سے پیش آئیں ...... اور میں نے یہ انتظام کر لیا ہے۔ کہ ہماری جماعت میں سے کوئی شخص تحریر یا تقریر کے ذریعہ سے کوئی ایسا مضمون شائع نہیں کرے گا۔ جس میں سے آپ صاحبوں میں سے کسی صاحب کی تحقیر اور توہین کا ارادہ کیا گیا ہو۔ اور اس انتظام پر اس وقت سے پورا عمل درآمد ہو گا جب کہ آپ صاحبوں کی طرف سے اسی مضمون کا ایک اشتہار نکلے گا کہ آئندہ آپ پورے عہد سے ذمہ وار ہو جائیں گے۔ کہ آپ صاحبان اور

نیز ایسے لوگ جو آپ کے زیر اثر ہیں یا زیر اثر سمجھے جا سکتے ہیں۔ ہر ایک قسم کی بد زبانی اور ہجو اور سب و شتم سے مجتنب رہیں گے اور اس نئے معاہدہ سے آئندہ اس بات کا تجربہ ہو جائے گا کہ کس فریق کی طرف سے زیادتی ہے۔ اس سے آپ صاحبوں کو ممانعت نہیں۔ کہ تہذیب سے رد لکھیں اور نہ ہم اس طریق سے دستکش ہو سکتے ہیں۔ لیکن دونوں فریق پر واجب ہو گا۔ کہ ہر ایک قسم کی بد زبانی اور بدگوئی سے منہ بند کر لیں۔ مجھے بہت خوشی ہو گی جب آپ کی طرف سے یہ اشتہار پہنچے گا۔ اور اسی تاریخ سے ان تمام امور پر ہماری طرف سے بھی عمل درآمد شروع ہو گا۔ بالفعل اس اندرونی تفرقہ کے مٹانے کے لئے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں"۔ (تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱)

علماء کا جواب:-

علماء کی طرف سے اس اشتہار کا جواب مولوی عبد الاحد صاحب خان پوری نے زیر عنوان "اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی بجواب اشتہار مصالحت یونس ثانی الملقب بہ کشف الغطار عن البصار اھل العمی" ۱۹۰۱ء کو غیر احمدیوں کی طرف سے امرتسر میں احمدیوں کی مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے یہ دیا:-

"مرزا نے ان (احمدیوں) کو کہا کہ مبر کرو میں لوگوں سے صلح کرتا ہوں اگر صلح ہو گئی تو مسجد بنانے کی کچھ حاجت نہیں۔ اور نیز اور بہت قسم کی ذلتیں اٹھائیں۔ معاملہ و برتاؤ مسلمانوں سے بند ہو گیا۔ عورتیں منکوحہ مخطوبہ بوجہ مرزائیت کے چھینی گئیں۔ مردے ان کے بے تجہیز و تکفین اور بے جنازہ گڑھوں میں دبائے گئے" وغیرہ وغیرہ تو کذاب قادیانی نے یہ اشتہار مصالحت کا دیا"۔

اب ہم ذیل میں آئینہ کمالات اسلام اور نجم الہدیٰ اور انوار الاسلام سے پیش کردہ حوالہ جات کا جواب لکھتے ہیں۔

آئینہ کمالات اسلام کا حوالہ

مودودی صاحب اور جماعت اسلامی نے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے حوالہ سے لکھا ہے:-

غلط ترجمہ

"کل مسلمانوں نے میری دعوت کو قبول کر لیا ہے۔ اور میری دعوت کی تصدیق کر لی ہے۔ مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴۷) اصل عبارت عربی زبان میں ہے۔ جس کا خلاف منشاء متکلم غلط ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور ان کے اس ترجمہ کے غلط ہونے کا ثبوت حسب ذیل ہے۔

الف۔ ذریۃ البغایا۔ جس کا ترجمہ کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد کیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے اسی جگہ یہ کی ہے

الذین ختم اللہ علی قلوبھم فھم لا یقبلون

یعنی ذریۃ البغایا وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے۔ وہ قبول نہیں کریں گے یعنی رشد و ہدایت سے محروم لوگ۔

(ب) آئینہ کمالات اسلام کی اشاعت کے وقت آپ کے ماننے والوں کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ چنانچہ اسی کتاب کے ضمیمہ میں اس سال کے جلسہ سالانہ میں قادیان میں باہر سے آنے والے مہمانوں کی تعداد ۳۲۵ لکھی ہے۔ اور اس وقت زیادہ سے زیادہ دو تین ہزار احمدی ہوں گے۔ اگر مودودی صاحب کے ترجمہ کو صحیح مانا جائے۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ کے ماننے والوں کے سوا تمام ذریۃ البغایا ہیں۔ اور وہ آپ کو ہرگز نہیں مانیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ مفہوم بالبداہت غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ ۱۸۹۳ء کے بعد ہزارہا بلکہ لاکھوں اشخاص غیر احمدیوں میں سے جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔ پس یقینی طور پر مولانا مودودی صاحب کا مفہوم باطل اور بے بنیاد ہے۔

ج۔ تیسرا ثبوت اس بات کا کہ محولہ بالا عبارت میں عام غیر احمدی مسلمان مراد نہیں ہیں۔ یہ ہے کہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے اس کتاب کے صفحہ ۵۳۵ پر ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہوئے مسلمانوں کی طرف ان الفاظ میں توجہ دلائی ہے۔ ترجمہ از عربی الفاظ:-

"اے قیصرہ میں آپ کو للہ نصیحت کرتا ہوں کہ مسلمان تیرے بازو ہیں۔ اور انہیں آپ کی مملکت میں ایک خصوصیت حاصل ہے۔ اسی لئے آپ کو چاہیئے کہ مسلمانوں پر خاص نظر عنایت رکھیں اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائیں اور ان کی تالیف قلب کریں۔ اور اپنے اکثر مقرب انہیں میں سے رکھیں"۔

نیز فرمایا:-

"وہ اس ملک میں ایک ہزار سال تک حکومت کر چکے ہیں۔ اور انہیں اس ملک میں ایک خاص شان حاصل تھی۔ اور وہ ہندوؤں پر حاکم رہے ہیں۔ پس آپ کے لئے یہی مناسب ہے کہ آپ ان سے عزت کا معاملہ کریں اور بڑے بڑے عہدے اور مناصب ان کے سپرد کریں"۔ (ملخصاً)

جب بانیٔ جماعت احمدیہ پیش کردہ حوالہ سے پہلے اس کتاب میں مسلمانوں سے نہایت ہمدردی کا اظہار فرماتے ہیں۔ اور ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنے اور اعلیٰ عہدے اور منصب دینے کا مشورہ دیتے ہیں۔ تو یہ کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ اس کے معاً بعد ان کو کنجریوں کی اولاد اور بدکاروں کی اولاد قرار دیں اور ایسا الفاظ استعمال کریں جو ان کی دلشکنی کا باعث ہوں۔

اور پھر اسی کتاب کے ضمیمہ زیر عنوان "قیامت کی نشانی"

صفحہ میں چند مولویوں کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"غرض ایسے لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں۔ اللہ دین کے دشمن اور یہودیوں کے قدموں پر چل رہے ہیں۔ مگر ہمارا یہ قول کلی نہیں ہے۔ راستباز علماء اس سے باہر ہیں۔ صرف خائن مولویوں کے متعلق یہ لکھا گیا ہے۔ ہر ایک مسلمان کو دعا کرنی چاہیئے کہ خدا تعالےٰ جلد اسلام کو ان خائن مولویوں کے وجود سے رہائی بخشے۔"

پس اس جگہ ذریۃ البغایا کا مصداق تمام ان مسلمانوں کو قرار دینا غلط ہے۔ جو آپ کی جماعت میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

اسلامی خدمات

(د) اس طرح صفحہ ۲۸۷ پر آپ نے مسلمان قوم کو خطاب کرتے ہوئے لکھا کہ اے قوم جب علماء رشو مجھ پر افترا کر کے مجھے کافر قرار دے رہے ہیں۔ میں کافر نہیں ہوں۔ پھر آپ نے اپنے عقائد تحریر فرمائے ہیں۔ اور پھر لکھا ہے:-

"بلکہ میں عاشق اسلام ہوں اور حضرت خیر الانام کا فدائی ہوں اور احمد مصطفےٰ کا ایک خادم اور غلام ہوں۔ جب سے میں جوان ہوا اور مجھے کتابوں کے لکھنے کی توفیق ہوئی میری یہی دلی خواہش رہی کہ میں اللہ تعالےٰ کے روشن دین کی طرف مخالفین کو دعوت دوں۔ پس میں نے ہر ایک مخالف کے نام کتاب بھیجی اور چھوٹے بڑوں کو اسلام کی طرف دعوت دی اور نشان دکھلانے کا وعدہ کیا۔"

یہ عبارت صفحہ $\frac{۲۸۸}{۲۸۹}$ کی ہے۔ اب ہم پیش کردہ حوالہ سے پہلے کی عبارت کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ آپ اپنی خدماتِ اسلامی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جب میں بیس سال کا ہوا تبھی سے میرے دل میں یہ خواہش رہی کہ میں آریوں اور عیسائیوں کے ساتھ مقابلہ کروں۔ چنانچہ میں نے براہین احمدیہ، سرمہ چشم آریہ۔ توضیح المرام، ازالہ اوہام، فتح اسلام کتابیں لکھیں اور اب دافع الوساوس تالیف کی ہے۔ جو ان لوگوں کے لئے بہت مفید کتاب ہے۔ جو اسلام کا حسن ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اور مخالفوں کے منہ بند کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کتب ایسی ہیں جن کو مسلمان محبت و مودت کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اور ان کے معارف سے نفع اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے۔ اور میری دعوت کی (یعنی دعوت اسلام) کی تصدیق کرتا ہے۔ لیکن ذریۃ البغایا جن کے دلوں پر اللہ تعالےٰ نے مہر کر دی ہے تو وہ قبول نہیں کرتے۔"

یعنی مذکورہ بالا باتوں میں سے کسی بات کو قبول نہیں کرتے۔

ظاہر ہے کہ براہین احمدیہ میں آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل رسول ہونا اور قرآن مجید کا کامل کتاب ہونا ثابت کیا ہے اور عام مسلمان اس کتاب کے مداح تھے۔ چنانچہ خود مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس کتاب پر نہایت شاندار ریویو لکھا۔ اسے فی زمانہ بے نظیر کتاب اور اس کے مؤلف کو بے نظیر مؤید اسلام قرار دیا۔ اور کتاب سرمہ چشم آریہ جس کا ذکر اس جگہ حضور نے کیا ہے۔ یہ کتاب انجمن حمایت اسلام لاہور نے بھی شائع کی تھی اپنی خاص دعوت کے متعلق آپؑ پیش کردہ عبارت کے بعد لکھتے ہیں۔

"اور جب میں اپنی پختگی عمر کو پہنچا۔ اور چالیس کا ہوا۔ تو میرے پاس نسیم وحی میرے رب کی عنایت لائی تا میری معرفت اور یقین کو زیادہ کرے۔" پھر آپؑ نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

الغرض خود آئینہ کمالات اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ اس جگہ عام مسلمان مراد نہیں۔ بلکہ درحقیقت اسلام کے اشد مخالفین یا بطور تنزل مولویوں کا خاص متعصب اور دشنام طراز حصہ مراد ہے۔ جنہوں نے براہین احمدیہ کے چھپنے پر بھی کفر والی ذکا فتویٰ لگایا تھا۔

ذریۃ البغایا کا صحیح مطلب

تاج العروس میں جو کہ عربی لغت کی مستند کتاب ہے لکھا ہے۔ البغی سطلق لونڈی کو بھی کہا جاتا ہے۔ چاہے وہ فاجرہ ہو یا نہ ہو اور صراح (عربی ڈکشنری) میں لکھا ہے۔ یقال للامۃ بغیًا ولا یُراد بہ الشتم والبغایا ایضا الطلائع التی تکون قبل ورود الجیش (صراح زیر لفظ بغی)

یعنی جب غلام عورت کو بغی کہا جاتا ہے۔ تو اس سے مراد گالی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس سے مراد وہ دستے کو کہتے ہیں جو مقدمۃ الجیش یعنی لشکر کے آگے آگے ہو۔ پس اس صورت میں ذریۃ البغایا کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ ایسے لوگ جو خود کو لوگوں کے پیشوا اور امام سمجھتے ہیں۔ یا تکفیر بازی میں پیش پیش ہیں علاوہ ازیں بغی کے معنی سرکش اور متکبر ان کے بھی ہیں اس لحاظ سے ذریۃ البغایا کے معنی سرکش اور متکبر لوگوں کے ہوں گے اور خود بانی جماعت احمدیہ نے ابن بغایا کے معنی سرکش انسان کے لئے ہیں۔ چنانچہ آپؑ نے سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق اپنے شعر:-

> اٰذیتنی خبثاً فلست بصادق
> ان لم تمت بالخزی یا ابن بغاء

کا یہ ترجمہ فرمایا ہے۔

"یعنی خباثت سے تو نے مجھے ایذا دی ہے۔ پس اگر اب تو رسوائی سے ہلاک نہ ہوا۔ تو میں اپنے دعوے میں سچا نہ ٹھہروں گا۔ اے سرکش انسان!"

(ملاحظہ ہو الحکم جلد ۱۱ نمبر ۶ بابت ۲۴؍ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۵ کالم ۲)

(ط) شیعوں کی حدیث کی معتبر ترین کتاب "کافی کلینی" کے حصہ سوم موسوم بہ (فروع کافی) مطبوعہ نولکشور لکھنؤ کے آخری حصہ یعنی کتاب الروضہ میں ابو حمزہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے کہا بعض لوگ اپنے مخالفین پر کئی کئی طرح کے بہتان لگاتے اور افترا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ایسے لوگوں سے بچکر رہنا اچھا ہے۔ پھر کہا:-

واللہ یا ابا حمزہ ان الناس کلھم اولاد بغایا ما خلا شیعتنا۔ (کتاب الروضہ مذکورہ بالا صفحہ ۱۳۵)

اے ابو حمزہ خدا کی قسم ہمارے شیعوں کے سوا باقی تمام لوگ اولاد بغایا ہیں۔ اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:-

من احبنا کان نطفۃ العبد ومن ابغضنا کان نطفۃ الشیطان (فروع کافی جلد ۲ کتاب النکاح صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ نولکشور)

کہ جو شخص ہم سے محبت رکھتا ہے۔ وہ اچھے آدمی کا نطفہ ہے۔ مگر وہ جو ہم سے نفرت رکھتا ہے وہ نطفہ شیطان ہے۔"

کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام باقر علیہ السلام جیسے جلیل القدر اماموں نے شیعوں کے علاوہ تمام مسلمانوں کو اولاد بغایا اور نطفہ شیطان قرار دیا تھا ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس قسم کے الفاظ سے صرف اظہار ناراضگی مقصود ہوتا ہے اور ان الفاظ کی حقیقت لغوی مراد نہیں ہوتی۔ چنانچہ جب حرایوں کے سامنے یہ حوالہ رکھا گیا۔ تو انہوں نے اخبار مجاہد میں اس حوالہ کا یہ جواب دیا تھا۔

"ولد البغایا ابن الحرام اور ولد الحرام ابن الحلال بنت الحلال یہ سب عرب کا اور ساری دنیا کا محاورہ ہے۔ جو شخص نیکوکاری کو ترک کر کے بدکاری کی طرف جاتا ہے۔ اس کو باوجود یکہ اس کا حسب نسب درست ہو صرف عمائی سے یہ ابن الحرام اور ولد الحرام کہتے ہیں۔ بخلاف جو نیکوکار ہیں ان کو ابن الحلال کہتے ہیں۔ اندریں حالات امام علیہ السلام کا اپنے مخالفین کو اولاد بغایا کہنا بجا اور درست ہے۔ (اخبار مجاہد لاہور ۲۹؍ مارچ ۱۹۳۶ء)

پس آئینہ کمالات اسلام کی عبارت میں بھی ذریۃ البغایا سے مراد ہدایت سے دور سرکش انسان ہی ہیں نہ کہ سچ مچ ولد الزنا اور حرام زادے

نجم الہدیٰ کا حوالہ

مولانا مودودی صاحب بحوالہ نجم الہدیٰ صفحہ ۲ لکھتے ہیں:-

"بلاشبہ ہمارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی بڑھ گئیں۔

جواب:-

نجم الہدیٰ کے اس عربی شعر میں جس کا ترجمہ مولانا مودودی صاحب نے پیش کیا ہے مسلمان کا لفظ نہیں بلکہ دشمن کا ہے اور دشمن سے بھی مراد وہ دشمن ہے جو گندی گالیاں دینے کے عادی تھے اور اگر ان گندی گالیوں کا نمونہ دیکھنا ہو تو دیکھو (کتاب البریہ) فرمایا ہے کہ ہمارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہو گئے، اور اگلے شعر میں ان دشمنوں کی یہ حالت بیان کی ہے:-

> سبوا وما ادری لای جریمۃ
> سبوا أنعصی الحب ام نتجنب

ان دشمنوں نے مجھ کو گالیاں دی ہیں اور نہ معلوم کس جرم کی پاداش میں انہوں نے مجھ سے ایسا سلوک کیا ہے۔ کیا ان کے گالیاں نکالنے کی وجہ سے ہم اپنے محبوب کی مخالفت کریں یا اس سے کنارہ کریں۔

پس یہ کہنا غلط ہے کہ یہ الفاظ شریف مسلمانوں یا شریف عیسائیوں وغیرہ کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔ بلکہ یہ صرف چند دشمنوں کے حق میں الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ جو گالیاں دینے کے عادی اور خنزیری صفات کا اظہار کرنے والے تھے اور ان کی عورتیں ان کے نقش قدم پر چل کر سیاپے کرتیں اور گالیاں دیتی تھیں۔ اور شعر میں مسلمانوں کا لفظ نہیں ہے۔ بلکہ دشمنوں کا لفظ ہے۔

انوار الاسلام کا حوالہ

پھر مولانا مودودی صاحب نے بحوالہ انوار الاسلام صفحہ ۳۰ لکھا ہے کہ بانی جماعت احمدیہ نے یہ لکھا ہے۔

"جو شخص ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔"

یہ عبارت مولانا مودودی صاحب نے قطع و برید کر کے پیش کی ہے اور اس سے نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ فتح سے کیا مراد ہے اور کس کے مقابل میں اصل واقعہ یہ ہے کہ انوار الاسلام میں بانی جماعت احمدیہ نے پادری عبد اللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پر مولوی عبد الحق غزنوی، سعد اللہ لدھیانوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری کی نکتہ چینیوں کا جواب دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ وہ مدتِ معینہ کے اندر اس لئے نہیں مرا کہ خدا تعالےٰ نے مجھے الہاماً بتایا تھا۔ کہ اس نے پیشگوئی کی شرط "بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے"۔ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ لیکن ان چند مولویوں نے اس کی تکذیب کی اور آپؑ کو گالیاں دیں اور عیسائیوں کو غالب اور فاتح قرار دیا۔ تو آپؑ نے انوار الاسلام میں لکھا:-

"ہاں اگر یہ دعویٰ کرو۔ کہ عبد اللہ آتھم نے ایک ذرہ حق کی طرف رجوع نہیں کیا۔ اور نہ ڈرا تو میں اس مرہم کی بیخ کنی کے لئے یہ سیدھا اور صاف معیار کہ ہم عبد اللہ آتھم کو دو ہزار روپیہ نقد دینگے

ہیں۔ وہ تین مرتبہ قسم کھا کر یہ اقرار کرے کہ میں نے ایک ذرہ بھی اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا۔ اور نہ اسلامی پیشگوئی کی عظمت میرے دل میں سمائی۔ بلکہ برابر سخت دل دشمن اسلام رہا۔ اور مسیح کو برابر خدا ہی کہتا رہا۔ پھر ہم اگر اسی وقت بلا توقف دو ہزار روپیہ نہ دیں تو ہم پر لعنت اور ہم جھوٹے اور ہمارا الہام جھوٹا۔ اور اگر عبداللہ آتھم قسم نہ کھائے۔ یا قسم کی سزا میعاد کے اندر نہ دیکھ لے تو ہم سچے اور ہمارا الہام سچا۔ پھر بھی اگر کوئی تحکم سے ہماری تکذیب کرے اور اس معیار کی طرف متوجہ نہ ہو اور ناحق سچائی پر پردہ ڈالنا چاہے تو بیشک ولد الحلال اور نیک ذات نہیں ہوگا بلکہ خواہ مخواہ حق سے روگردان ہوتا ہے۔ اور اپنی خباثت سے کوشش کرتا ہے کہ سچے جھوٹے ہو جائیں (انوار الاسلام صفحہ ۲۹)

اور صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں :۔

”اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے خلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا۔ اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم و حیا کو کام میں نہیں لائے گا۔ اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے۔ انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا۔ تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں پس حلال زادہ بننے کے لئے واجب یہ تھا کہ اگر وہ مجھے جھوٹا جانتا ہے۔ اور عیسائیوں کو غالب اور فتح یاب قرار دیتا ہے۔ تو میری اس حجت کو واقعی طور پر رفع کرے جو میں نے پیش کی ہے۔ بِن اس پر کھانا پینا حرام ہے۔ اگر وہ اشتہار کو پڑھے اور مسٹر عبداللہ آتھم کے پاس نہ جائے اور اگر خدا تعالیٰ کے خوف سے نہیں، تو اس گندے لفظ کے خوف سے بہت زور لگا دے تاکہ وہ کلمات مذکورہ کا اقرار کرے اور تین ہزار روپیہ لے۔

اسی طرح صفحہ ۳۲ میں یہ ذکر کر کے کہ آتھم کے قسم کی طرف رخ نہ کرنے اور انعام نہ لینے سے صاف ثابت ہے کہ اس نے خوف کے دنوں میں در پردہ اسلام کی طرف رجوع کیا تھا۔ فرماتے ہیں:

”اس سے تمام تر صفائی ثابت ہے کہ ہماری فتح ہوئی اور دین اسلام غالب رہا۔ پھر بھی اگر کوئی عیسائیوں کی فتح کے گیت گاتا ہے۔ تو اسے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ آتھم کو قسم کھانے پر مستعد کرے اور ہم سے تین ہزار روپیہ دلا دے۔ اور میعاد گذرنے کے بعد ہم کو بیشک جنگ کا دجال کہے اگر ہم نے عمداً فترا کیا ہے تو بیشک کہے آیا بیٹا اور بتا رفوں لعنت ظاہر ہوگی لیکن اے میاں عبدالحق۔ اگر اس تقریر کو سن کر چپ ہو جاؤ۔ تو بتلا کہ سچی لعنت کس پر پڑی اور واقعی طور پر منہ کس کا کالا ہوا۔

اس سے ظاہر ہے کہ اس تحریر کے مخاطب عام مسلمان نہیں ہیں۔ بلکہ خاص طور پر میاں عبدالحق ہیں۔ جنہوں نے اسلام کے بالمقابل عیسائیوں کی حمایت کی تھی۔

نزول المسیح و ضمیمہ نزول المسیح کے حوالے

امام حسین علیہ السلام کے متعلق جو دو حوالہ جات مولانا مودودی صاحب نے پیش کئے ہیں۔ ان میں سے پہلا حوالہ غالی شیعوں کے خیالات کی تردید میں ہے۔ جو غلو کر کے حضرت امام حسین علیہ السلام کو درجہ معبودیت تک پہنچاتے تھے۔ چنانچہ اعجاز احمدی صفحہ ۸۳ پر آپ نے انہیں حسین علیہ السلام کے عبادت کرنے والے اور صفحہ ۸۵ میں مصائب اور دکھوں کے وقت انہیں خدا کی طرح یاد کرنے والے لکھا ہے۔ اور چونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا کوئی دعوئے معبودیت کا نہ تھا۔ اس لئے اس سے ان کی اصل شان کی تنقیص نہیں ہوتی ایسے ہی طریق پر مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے اپنی کتاب ”ہدیۃ الشیعہ“ میں شیعوں کے عقائد کو مدنظر رکھتے ہوئے متعدد نکتہ چینیاں کی ہیں۔ اور لکھا ہے کہ اس میں جو کچھ مذکور ہے۔ وہ ناچار بغرض الزام شیعہ لکھا گیا ہے۔

امام حسینؓ کا مرتبہ

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے اسی کتاب اعجاز احمدی میں جس سے یہ شعر ماخوذ ہیں لکھا ہے۔

”میں نے اس قصیدہ میں جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت لکھا ہے۔ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بیان کیا ہے۔ یہ انسانی کارروائی نہیں خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان دراز کرتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی شخص حسین رضی اللہ عنہ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے راستبازوں پر بد زبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وعید من عادیٰ لی ولیّا دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے۔ (اعجاز احمدی صفحہ ۴۸)

امام حسین علیہ السلام کا جو بلند درجہ اور عالی مقام حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے نزدیک تھا۔ وہ آپ کے اشتہار ”تبلیغ الحق“ مؤلفہ ۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء سے ظاہر ہے۔ جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے :۔

”میں اشتہار کے ذریعہ اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا۔ جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے۔ وہ معنی اس پر موجود نہیں تھے۔ مومن بننا کوئی سہل امر نہیں ہے۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مطہر تھا۔ اور بلاشبہ ان برگزیدوں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کرتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے۔ اور ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کا تقویٰ اور محبت اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتدا کرنے والے ہیں۔ جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس شخص کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے۔ ... غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے۔ اور جو شخص حسین رضی اللہ عنہ کی یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہو تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف ان کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے۔ وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ جلشانہٗ اس کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے پیاروں اور برگزیدوں کا دشمن ہو۔“

(۲) اسی طرح حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے دوسرے پیش کردہ شعر

کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

سے کسی مخالف کا امام حسین علیہ السلام کی تحقیر نکالنا حضور کے مندرجہ بالا ارشادات کے صریح مخالف ہے کیونکہ اس شعر سے پہلے شعروں میں ان کشتگان الٰہی کا ذکر ہے جو ہر زمانے میں خدا تعالیٰ کی راہ میں تکالیف اور مصائب برداشت کرتے اور اپنی جان قربان کرتے رہے جیسا امام حسین علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربان کی۔ حضور فرماتے ہیں

کشتہ او نہ یک نہ دو نہ ہزار
این قتیلان او برون ز شمار
ہر زمانے قتیل تازہ بخواست
غازۂ روئے او دم شہداست
این سعادت چو بود قسمت ما
رفتہ رفتہ رسید نوبت ما
کربلائے ست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

آخری شعر خود مودودی صاحب نے پیش کیا ہے۔ اس سے پہلے حضور نے فرمایا ہے۔ گویا زمانہ ہمیشہ ہی شہداء کی تلاش میں رہتا ہے۔ اور شہداء کا خون ہی وہ غازہ ہے جو زمانہ کے چہرہ کو زینت دیتا ہے۔ یہ سعادت چونکہ ہماری قسمت میں لکھی تھی اور رفتہ رفتہ ہماری نوبت بھی آگئی۔ پھر اپنی مشکلات کا درد انگیز رنگ میں یوں ذکر فرمایا ہے

کربلائے ست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے یہ بتلایا ہے کہ ان پر یزیدی الطبع لوگ ہر وقت ناپاک حملے کر رہے ہیں۔ اور ایسی تکالیف دے رہے ہیں کہ گویا آپ کے دشمنوں نے آپ کے لئے ہر وقت کربلا بنا رکھا ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرے وجود میں ایک حسین نہیں بلکہ سو حسین نظر آتے ہیں۔ گویا اس شعر میں آپ نے اپنی انتہائی مظلومیت کا حقیقت افروز نقشہ کھینچا ہے۔

فارسی زبان کے مشہور شاعر علامہ نوعی کا بھی ایک شعر اسی رنگ کا ہے آپ فرماتے ہیں

کربلائے عشقم و لب تشنہ سر تا پائے من
صد حسین کشتہ در ہر گوشۂ صحرائے من

یعنے میں کربلائے عشق ہوں اور سر تا پا لب تشنہ ہوں اور میرے صحرا کے ہر گوشہ میں سو سو حسین مقتول و شہید پڑے ہوئے ہیں۔ (دیوان نوعی صفحہ ۲۲ قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ)

الغرض اس شعر میں امام حسین علیہ السلام کی تحقیر مقصود نہیں ہے

دافع البلاء کا حوالہ
(ابن مریمؑ کا ذکر)

پھر ایک حوالہ مولانا مودودی صاحب نے دافع البلاء سے پیش کیا ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

اس حوالہ سے مولانا مودودی صاحب کے پیش کرنے کی غرض یہ ہے کہ اس میں اپنے آپ کو بانی جماعت احمدیہ نے ابن مریم سے بہتر بتا کر ان کی توہین کی ہے جو مسلمانوں کے لئے اشتعال کا باعث ہے۔

جواب۔ اس شعر میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تم مسیح اسرائیلی کے انتظار میں آسمان کی طرف آنکھیں لگائے بیٹھے ہو۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ تمہیں ایک مامور کی ضرورت تھی۔ لیکن امت محمدیہ کو اس نعمت سے محروم خیال کر کے مسیح موسوی کی راہ تک رہے ہو۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء اور آپ کی امت کے خیر الامم ہونے پر دھبہ لگتا ہے۔ پس اس لئے ابن مریم کے ذکر کو کہ وہ آسمان سے آئیں گے اور امت محمدیہ کی اصلاح کریں گے۔ چھوڑ دو۔ کیونکہ اس سے یہ بہتر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد اور آپ کے خادموں میں سے ایک خادم مسیح کا مقام حاصل کر کے امت محمدیہ کی اصلاح کرے۔ اور اسلام کو دوسرے مذاہب پر غالب کرے۔ چنانچہ اس شعر سے پہلے اشعار یہ ہیں

زندگی بخش جام احمد ہے
کیا ہی پیارا یہ نام احمد ہے

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقام احمد ہے

باغ احمد سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلام احمد ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

حضرت مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں

عیسیم لیکن ہر آں کو یافت جاں
از دم من او بماند جاوداں
شد ز عیسےٰ زندہ لیکن باز مرد
شاد آنکو جاں بدیں عیسےٰ سپرد

ترجمہ۔ میں وہ عیسےٰ ہوں جس نے مجھ سے زندگی پائی۔ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر جو مردے زندہ ہوئے وہ پھر مر گئے۔ مگر خوش ہو وہ شخص جس نے اپنے آپ کو اس عیسےٰ کے سپرد کیا۔

اسی طرح حضرت شمس تبریز اپنے دیوان میں فرماتے ہیں ؎

آنچہ از عیسےٰ و مریم فوت شد
گر مرا باور کنی آں ہم شدم
(دیوان شمس تبریز صفحہ ۲۱۲)

یعنے جو مرتبہ عیسےٰ اور مریم نہیں پا سکے وہ مجھے حاصل ہو گیا۔

اسی طرح رئیس المشائخ دیوبند مولوی محمود الحسن صاحب اپنے پیر و استاد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرثیہ میں لکھتے ہیں ؎

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم
(مرثیہ مؤلفہ مولانا محمود الحسن صاحب)

شیعہ عقیدہ

اور حضرت شیعہ صاحبان کا تو یہ عقیدہ ہے کہ ان کے بارہ امام باستثنائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل و برتر ہیں جیسا کہ شیعوں کی معتبر کتاب بحار الانوار جلد ۷ صفحہ ۳۲۵ میں زیر باب تفضیلہم علی الانبیاء وعلی جمیع الخلق (باب اس بارہ میں کہ بارہ امام سب انبیاء اور ساری مخلوقات سے افضل ہیں) لکھا ہے:۔

اعلم ما ذکرہ رحمہ اللہ من فضل نبینا وائمتنا صلوات اللہ علیہم علی جمیع المخلوقات وکون ائمتنا علیہم السلام افضل من سائر الانبیاء ھو الذی لا یرتاب فیہ من تتبع اخبارھم

یعنے جو کچھ تمام مخلوقات پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور بارہ اماموں کے باقی تمام انبیاء سے افضل ہونے کی نسبت ذکر کیا ہے۔ یہ ایسی پختہ اور یقینی بات ہے کہ اس میں ان کے حالات سے واقف شخص کبھی شبہ نہیں کر سکتا۔

اور شیعہ اثنا عشریہ کے مسلمہ لیڈر اور مجتہد العصر شمس العلماء سید علی الحائری لکھتے ہیں:۔

حضرت علی مطابق حدیث متفق من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ والی ابراہیم فی حلمہ الخ تمام انبیاء سے سوائے خاتم کے افضل ہیں۔ (تفاوی حائری حصہ چہارم صفحہ ۲۲)

ضمیمہ انجام آتھم کا جواب

پھر ایک حوالہ مولانا مودودی صاحب نے جو ان کے نزدیک مسلمانوں کے لئے اشتعال کا موجب ہے۔ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ سے پیش کیا ہے۔

"یسوع کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔" الخ

اس حوالہ کے پیش کرنے سے مولانا مودودی صاحب کی مراد یہ ہے کہ اس میں نعوذ باللہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی توہین کی گئی ہے۔

مولانا مودودی صاحب نے اگر خود ضمیمہ انجام آتھم کا مطالعہ کیا ہوتا۔ تو وہ کبھی اس حوالہ کو بطور اعتراض پیش نہ کرتے۔ کیونکہ اس ضمیمہ انجام آتھم کے حاشیہ صفحہ ۹ میں حضور نے لکھ دیا ہے:۔

"بالآخر ہم لکھتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے ناحق ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے یسوع کا تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں۔"

اور فرمایا:۔

اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالےٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ اور حضرت موسےٰ کا نام ڈاکو اور بٹمار رکھا۔ اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا۔ اور کہا میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔"

اسی طرح آپ نے اس کتاب انجام آتھم کے صفحہ ۱۳ پر یہ وضاحت کر دی ہے۔

"یاد رہے کہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے۔ جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹمار کہا اور خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہیں کہا کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئینگے۔ ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔"

پھر حضور اپنی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۷۷ میں فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح کے حق میں کوئی بے ادبی کا کلمہ میرے منہ سے نہیں نکلا۔ یہ سب مخالفوں کا افتراء ہے۔ ہاں چونکہ درحقیقت ایسا کوئی یسوع مسیح نہیں گذرا۔ جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا ہو اور آنے والے نبی خاتم الانبیاء کو جھوٹا قرار دیا ہو۔ اس سے اس میں میں نے فرض محال کے طور پر اس کی نسبت ضرور بیان کیا۔ کیا ایسے مسیح جس کے یہ کلمات ہوں راستباز نہیں ٹھہر سکتا۔ لیکن ہمارا مسیح ابن مریم جو اپنے تئیں بندہ اور رسول کہتا ہے۔ اور خاتم الانبیاء کا مصدق ہے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں۔"

اسی طرح آپ نے اپنی تالیف کتاب البریہ میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حق میں آپ نے کوئی سخت لفظ استعمال نہیں کیا۔

آپ فرماتے ہیں:۔

"ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں۔ تو پھر کیونکر ہمارے قلم سے ان کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں۔"
(کتاب البریہ صفحہ ۳۹)

ضمیمہ انجام آتھم کی عبارت کے جو الفاظ مولانا مودودی صاحب نے پیش کئے ہیں۔ بعینہٖ وہ الفاظ اور اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ کتاب استفسار میں مولوی آل حسن اور ازالۃ الاوہام میں مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی نے حضرت مسیح کے حق میں استعمال کئے ہیں۔ اور یہ دونوں عالم فن مناظرہ میں غائت درجہ کی شہرت رکھتے تھے۔ اور علماء اہل سنت کے مقتدا مانے جاتے تھے۔

پس متکلمین کا یہ طریق ہے کہ مد مقابل کے عقائد کو مدنظر رکھ کر الزامی جواب دیا کرتے ہیں۔ اور یہی طریق عیسائیوں کے مقابلہ میں حضرت بانی جماعت احمدیہ نے اختیار کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اس بات کو ناظرین یاد رکھیں۔ کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اس طرز سے کلام کرنا ضروری تھا جیسا کہ وہ ہمارے مقابل کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ دراصل ہمارے عیسےٰ کو نہیں مانتے۔ جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے۔ اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے۔ اور آنے والے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے۔ اور آنحضرت کے بارہ میں پیشگوئی کی تھی۔ بلکہ ایک یسوع نام کو مانتے ہیں۔ جس کا ذکر قرآن میں نہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ ۔ ۔ ۔ پڑھنے والوں کو چاہیئے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں۔ بلکہ وہ کلمات یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں۔ جس کا قرآن و حدیث میں نام و نشان نہیں۔"
(آریہ دھرم ٹائیٹل پیج آخر)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:۔

"ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کا سچا اور راستباز مانیں اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی موجود نہیں۔ جو ان کی شان بزرگ کے خلاف ہو۔ اور اگر ایسا خیال کرے تو وہ دھوکا کھانے والا اور جھوٹا ہے۔"
(ایام الصلح ٹائیٹل پیج صفحہ ۲)

ان تصریحات کی موجودگی میں مولانا مودودی صاحب کا ضمیمہ انجام آتھم کی عبارت کے متعلق یہ دعویٰ کہ مؤلف نے عیسےٰ علیہ السلام خدا تعالےٰ کے مقدس نبی کی توہین کی ہے۔ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔"

احمدیوں کو بہائیوں پر قیاس کرنا

مولانا مودودی صاحب کا احمدیوں کو بہائیوں پر قیاس کر کے یہ اعتراض پیش کرنا کہ اگر احمدی بھی بہائیوں کی طرح مسلمانوں سے اپنا علیحدہ مذہب قرار دے دیتے تو پھر مسلمان ان کے ساتھ رواداری کا سلوک کرتے جیسا کہ وہ ہندوؤں، عیسائیوں وغیرہ سے کرتے ہیں۔ ان کی بہائی مذہبیت ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بہائی شریعت اسلامیہ کو منسوخ اور بہاء اللہ کو تمام انبیاءؑ سے بشمولیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برتر اور افضل قرار دیتے ہیں۔ اور جس طرح عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو کامل مظہر الٰہی قرار دے کر درجۂ الوہیت قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح بہائی بہاء اللہ کو الوہیت کا درجہ دے کر اس کی پرستش کرتے ہیں۔ اور ان کی شریعت کی کتاب "اقدس" ہے جس کو وہ قرآن مجید سے افضل اور اس کا ناسخ جانتے ہیں۔ اور ان کی نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ اور دیگر احکام سب اسلامی احکام کے مخالف ہیں۔ وہ تین نمازیں فرض جانتے ہیں۔ اور عکہ کو اپنا قبلہ سمجھتے ہیں۔ اور مکہ مکرمہ اور دیگر مقامات مقدسہ سے اس کو افضل سمجھتے ہیں۔ اور روضۂ بہاء اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ اور سجدہ کرتے ہیں۔

برخلاف اس کے احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں۔ اور تمام اولین و آخرین سے افضل سمجھتے ہیں۔ اور قرآنی شریعت کو کامل دائمی شریعت مانتے ہیں۔ اور اس میں کمی یا زیادتی کو کفر خیال کرتے ہیں۔ اور تمام ارکان اسلام نماز روزہ وغیرہ اسلامی ہدایات کے مطابق ادا کرتے ہیں۔ اور امت محمدیہ میں سے ہونا اپنے لئے باعث فخر خیال کرتے ہیں۔

مولانا مودودی صاحب اگر اس مشورہ پر جس کا انہوں نے احمدیوں کے متعلق اظہار کیا ہے۔ خود عمل کریں تو شاید مناسب ہوگا۔ کیونکہ دوسرے علماء ان کے متعلق وہی خیال کرتے ہیں۔ جو انہوں نے احمدیوں کے متعلق ظاہر کیا ہے۔

(۱) چنانچہ شیخ الہند مولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند صدر جمعیۃ العلماء ہند نے ان امور کے متعلق جو ان کی تحریک کی بنیاد ہیں۔ یہ فتویٰ دیا ہے:

"یہ امور نہایت خطرناک ہیں۔ جن سے نہ صرف افتراق بین المسلمین کا اندیشہ ہے۔ بلکہ دین اسلام کی بربادی کا بھی سخت خطرہ ہے۔ یہ اصول مودودی صاحب اور ان کے اتباع کے دین حنیف کی جڑوں پر کاری ضرب لگانے والے ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے دین اسلام کا مستقبل نہایت تاریک نظر آتا ہے۔" (مولانا مودودی کی تحریک اور جماعت اسلامی کی بابت مطبوعہ مرتضیٰ پریس لاہور صفحہ ۱)

(۲) مولانا مصطفےٰ رضا خان صاحب بریلوی و مولانا ابو الفضل سید محمد افضل حسین مفتی دار العلوم منظر الاسلام بریلی لکھتے ہیں:۔
"اس (یعنی مولانا مودودی صاحب) کی تحریک اسلام میں رخنہ اندازی اور تفریق بین المسلمین اور کفر سازی کا ذریعہ ہے۔"
(استفتائے ضروری صفحہ ۱)

(۳) السید مہدی حسن صدر مفتی دار العلوم دیوبند کا مولانا مودودی صاحب کی تحریک کے متعلق یہ فتوےٰ ہے۔
"مسلمانوں کو اس تحریک میں ہرگز شامل نہیں ہونا چاہیئے۔ ان کے لئے زہر قاتل ہے۔"
(استفتائے ضروری صفحہ ۲۸)

پس مولانا مودودی صاحب کو مذکورہ بالا مشورہ کے مطابق چاہیئے۔ کہ وہ ان کی جماعت اسلام اور مسلمانوں سے مذہباً علیحدہ ہو جائیں اور ان سے اپنا کوئی تعلق نہ رکھیں۔

جداگانہ تنظیم :۔ مولانا مودودی صاحب نے جماعت احمدیہ پر ذمہ داری ڈالنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے احمدیوں کی جداگانہ تنظیم کا بھی ذکر کیا ہے۔ حالانکہ مولانا مودودی صاحب اور ان کی اپنی جماعت کی جداگانہ تنظیم موجود ہے۔ اور وہ اپنی اسی جداگانہ تنظیم کا مشترکہ امور میں بھی قائم رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ۲۲ر فروری ۱۹۵۳ء کو مولانا مودودی صاحب نے اپنے نمائندہ مجلس عمل کو جو خط بھیجا۔ اس میں لکھا:۔
"ہم اس مجلس میں یہ سمجھتے ہوئے شریک ہوئے ہیں۔ کہ مقصد خاص کے لئے جو پروگرام بھی ہم مل کر طے کریں گے۔ اسے اپنی اپنی جماعتوں کے ذریعہ سے ہم خود روبعمل لائیں گے۔ یہ بات ہمارے پیش نظر ہرگز نہیں تھی۔ کہ ہمارے جماعتی نظام مجلس عمل میں ختم ہو جائیں۔ اور براہ راست مجلس عمل کے احکام کے ماتحت ہمارے جماعتی نظام کے کارکن بھی کام کرنے لگیں۔ یہ بات اگر پہلے ہمارے سامنے آتی۔ تو ہم اسی وقت مجلس عمل کی شرکت سے انکار کر دیتے۔"
(یہ گرفتاریاں کیوں؟ صفحہ ۲۷)

۱۹ر فروری ۱۹۵۳ء کو مولانا مودودی صاحب نے اپنے کارکنوں کو بذریعہ روزنامہ تسنیم یہ ہدایت بھجوائی۔
"جماعت کے کارکنوں کا کام صرف ان ہدایات پر عمل کرنا ہے۔ جو جماعت اسلامی کے مرکز سے ان کو ملیں۔ یہ بات نظام جماعت کے خلاف ہے کہ ہمارے کارکن کسی دوسرے نظام کے احکام پر عمل کرنے لگیں۔"
(ملاحظہ ہو اینڈکس میں تحریری بیان مولانا

مودودی صاحب)
گویا اپنی جداگانہ تنظیم کو کسی حال میں بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔

جماعت اسلامی کی تشکیل کی وجہ اور اس کا نصب العین

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جماعت اسلامی کی تشکیل اور اس کے نصب العین اور ایک دو اور ضروری امور کا مختصر طور پر ذکر کر دیا جائے۔

۱۔ جماعت اسلامی کی تشکیل کی وجہ

(ا) مسلمانوں کی جماعتوں میں سے کوئی جماعت اسلامی نصب العین کے لئے اسلامی طریق پر کام نہیں کر رہی۔ (حوالہ نمبر ۱)

(ب) مسلمانوں کی موجودہ تمام دعوتیں اور طریقہ ہائے کار سراسر باطل ہیں۔ (حوالہ نمبر ۲)

(ج) مسلمانوں کی موجودہ مذہبی و سیاسی تحریکیں اور قیادتیں اسلام کے اصل منشاء کو پورا نہیں کر سکتیں۔ (حوالہ نمبر ۳)

(د) مسلمانوں کی مختلف جماعتیں جن کا عدد اور ان کے سیاسی اور مذہبی رہنما اپنے نظریہ کے لحاظ سے یکساں گم کردہ راہ ہیں۔ اور ان کی کوششیں اسی طرح ضائع ہو جائیں گی جس طرح کہ خدا تعالےٰ کی آیات کا کفر اور ان کا استہزاء کرنے والوں کی جن کی سزا جہنم ہوگی۔ (حوالہ نمبر ۴)

(ہ) مودودی صاحب کی جماعت کا نظام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ جماعت کا نظام ہے۔ اور صرف وہی صالحین کی جماعت ہے۔ (حوالہ نمبر ۵)

حوالجات نمبر ۱ حسب ذیل ہیں

(۱) مولانا مودودی صاحب یہ لکھ کر مسلمانوں کی بڑی بڑی جماعتوں میں کوئی ایسی جماعت نہیں ہے۔ جو صحیح معنوں میں اسلامی جماعت ہو۔ اور اسلامی نصب العین کے لئے اسلامی طریقہ پر کام کرے تحریر فرماتے ہیں:۔
"اس لئے ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ ان لوگوں کو جمع کریں۔ جو موجودہ جماعتوں کے طرز عمل سے غیر مطمئن اور صحیح اسلامی اصولوں پر کام کرنے کے خواہشمند ہیں۔ چنانچہ شعبان ۱۳۶۰ھ اگست ۱۹۴۱ء میں ہم نے ان لوگوں کا اجتماع منعقد کیا۔ اور باہمی مشورے سے جماعت اسلامی قائم کی۔ (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش زیر عنوان جماعت اسلامی کی تشکیل صفحہ ۱۶۰)

(۲) مولانا مودودی صاحب انبیاء کے طریقہ کار کا بطور مثال ذکر کر کے لکھتے ہیں۔
"اس طریقہ کار کو ہم نے اختیار کیا ہے اور ہمارا ایمان ہے۔ کہ اس ایک دعوت اور طریق کار کے علاوہ دوسری دعوتیں اور طریقہ ہائے کار سراسر باطل ہیں۔"
(روئداد جماعت اسلامی حصہ سوم صفحہ ۱۱)

(۳) مولانا مودودی صاحب یہ یقین دلاتے ہوئے کہ موجودہ مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی تحریکوں اور قیادتوں میں سے ایک بھی مسلمانوں کے مرض کا صحیح علاج نہیں۔ اور نہ اسلام کے اصل منشاء کو پورا کرنے والی ہیں۔ اور صدیوں تک بھی کام کریں۔ تو بھی نظام زندگی میں حقیقی انقلاب نہیں پیدا کر سکتیں لکھتے ہیں:۔
"حقیقی انقلاب اگر کسی تحریک سے رونما ہو سکتا ہے۔ تو وہ صرف ہماری یہ تحریک ہے۔"
(روئداد جماعت اسلامی حصہ سوم صفحہ ۶۵-۶۶)

(۴) مولانا مودودی صاحب فرماتے ہیں:۔
"اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی مختلف جماعتیں اسلام کے نام سے کام کر رہی ہیں۔ مگر فی الواقع اسلام کے معیار پر ان کے نظریات مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے تو سب کی سب جنس کاسد نکلیں گی۔ خواہ مغربی تعلیم و تربیت پائے ہوئے سیاسی لیڈر ہوں یا علماء دین و مفتیان شرع متین دونوں قسم کے راہنما اپنے نظریہ اور اپنی پالیسی کے لحاظ سے یکساں گم کردہ راہ ہیں۔ دونوں حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں ... ... ان میں سے کسی کی نظر بھی مسلمان کی نظر نہیں۔
اولئك الذين كفروا بآيات ربهم ذالك جزاءهم جهنم بما كفروا واتخذوا آياتي ورسلي هزوا
(سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۲)

(۵) مولانا مودودی صاحب فرماتے ہیں:۔
"ہم ٹھیک وہی نظام جماعت اختیار کر رہے ہیں۔ جو شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ جماعت کا تھا ..... اور ہم ہر مسلمان کہلانے والے کو نہیں لیں گے۔ بلکہ مسلمان قوم میں سے صرف صالح عنصر ہی چھٹ کر جماعت میں آئے گا۔ اور جو صالح بنتا جائے گا۔ اس جماعت میں داخل ہوتا جائے گا۔" (روئداد جماعت اسلامی حصہ اول صفحہ ۵)

۲۔ جماعت اسلامی کا نصب العین

(ا) حکومت کے اقتدار پر قبضہ کرنا۔ (حوالہ نمبر ۱)

(ب) دنیا سے ظلم، فتنہ و فساد، بد اخلاقی اور ناجائز انتفاع کو بزور مٹانا اور حکومت کے اقتدار پر قبضہ کرنا۔ (حوالہ نمبر ۲)

(ج) غلط کار لوگوں کے ہاتھ سے اقتدار چھین کر صحیح اصول اور صحیح طریقے کی حکومت قائم کرنا۔ (حوالہ نمبر ۳)

(د) خدا کے باغیوں کو بذریعہ جنگ حکومت سے بے دخل کرنا۔ اور خود حکمران بننا۔ (حوالہ نمبر ۴)

(ہ) دنیا کی تمام غیر اسلامی حکومتوں کو مٹا کر اسلامی حکومت قائم کرنا (حوالہ نمبر ۵)

(س) اپنی طاقت منظم کر کے ملک کے اندر بزور شمشیر انقلاب پیدا کرنا۔ اور حکومت پر قبضہ کرنا (حوالہ نمبر ۶)

(از مولوی امین احسن اصلاحی)

(ص) بہ اقتدار حاصل کرنے کی جنگ دنیا کی تمام حکومتوں سے کرنا۔ کیونکہ کسی جگہ بھی حکومت الٰہیہ قائم نہیں۔ اور سب حکومتیں بشمول پاکستان اسلامی نہیں۔ کیونکہ جمہوریت کے اصول پر قائم ہیں۔ (حوالہ نمبر ۷)

(ط) مسلم لیگی حکومت کے ارباب اقتدار میں ننانوے فیصدی بددیانت ناقابل اعتماد ہیں۔ (حوالہ نمبر ۸)

(ع) مسلم لیگی قیادت کے ہٹائے بغیر کسی اخلاقی یا اعتقادی فتنہ کو مٹایا نہیں جا سکتا۔ (حوالہ نمبر ۹)

(ف) ساری مسلم لیگی لیڈر شپ کو بدلنا ہی ہمارا مقصد ہے۔ (حوالہ نمبر ۱۰)

(ک) ایک سرگرم کارکن جماعت اسلامی مولوی نعیم صدیقی فرماتے ہیں۔ صالحین کی جماعت کا یہ دینی فرض ہے کہ وہ فاسد قیادت کو صالح قیادت سے بدلے (حوالہ نمبر ۱۱)

(ہ) مودودی صاحب کے اخبار تسنیم کا لکھنا کہ گورنر جنرل کے منصب کا مستحق مودودی صاحب ہیں۔ (حوالہ نمبر ۱۲)

حوالجات نمبروار درج ذیل ہیں:۔

(۱) انقلابی پارٹی جس کا نام قرآن میں حزب اللہ ہے۔ اور دوسرا نام اس کا اسلامی جماعت ہے کہ اس کا ذکر کر کے مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔
"اس پارٹی کے لئے حکومت کے اقتدار پر قبضہ کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ مفسدانہ نظام تمدن ایک فاسد حکومت کے بل پر ہی قائم ہوتا ہے۔ اور ایک صالح نظام تمدن اس وقت تک کسی طرح قائم ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ حکومت مفسدین سے مسلوب ہو کر مصلحین کے ہاتھ میں نہ آئے۔" (تفہیمات صفحہ ۲۸۳)

(۲) مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔
"یہ مذہبی تبلیغ کرنے والے واعظین اور مبشرین کی جماعت نہیں ہے۔ بلکہ خدائی فوجداروں کی جماعت ہے (لتکونوا شهداء على الناس) اور اس کا کام یہ ہے۔ کہ دنیا سے ظلم۔ فتنہ۔ فساد۔ بد اخلاقی، طغیان اور ناجائز انتفاع کو بزور مٹا دے۔ ارباب من دون اللہ کی خداوندی کو ختم کر دے۔ اور بدی کی جگہ نیکی قائم کرے ..... لہٰذا اس پارٹی کے لئے حکومت کے اقتدار پر قبضہ کئے بغیر

کوئی چارہ نہیں۔"

(تفہیمات زیر عنوان "جہاد کی ضرورت اور اس کی غایت صفحہ ۷")

(۳) مولانا مودودی صاحب فرماتے ہیں:-

"اصلاح خلق کی کوئی سکیم بھی حکومت کے اختیارات پر قبضہ کئے بغیر نہیں چل سکتی۔ جو کوئی حقیقت میں خدا کی زمین سے فتنہ و فساد کو مٹانا چاہتا ہو۔ اور واقعی وہ یہ چاہتا ہو۔ کہ خلق خدا کی اصلاح ہو۔ تو اس کے لئے محض واعظ اور ناصح بن کر کام کرنا فضول ہے۔ اُسے اُٹھنا چاہیئے۔ اور غلط اصول کی حکومت کا خاتمہ کر کے غلط کار لوگوں کے ہاتھوں سے اقتدار چھین کر صحیح اصول اور صحیح طریقے کی حکومت قائم کرنی چاہیئے۔"

(حقیقت جہاد زیر عنوان "جہاد کا مقصد" مؤلفہ سید ابوالاعلیٰ مودودی مطبوعہ تاج کمپنی)

(۴) مولانا مودودی صاحب ان لوگوں کا ذکر کر کے جو عبادتوں کے ذریعہ تربیت حاصل کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ تب اسلام ان سے کہتا ہے۔

"اب تم روئے زمین پر خدا کے سب سے زیادہ صالح بندے ہو۔ لہذا آگے بڑھو۔ لڑ کر خدا کے باغیوں کو حکومت سے بے دخل کر دو۔ اور حکمرانی کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لو۔"

(حقیقت جہاد زیر عنوان جہاد کا مقصد)

(۵) رسالہ "حقیقت جہاد"

میں زیر عنوان "عالمگیر انقلاب" مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

"کوئی ایک مملکت بھی اپنے اصول و مسلک کے مطابق پوری طرح عمل نہیں کر سکتی جب تک کہ ہمسایہ ممالک میں بھی وہی اصول و مسلک نہ رائج ہو جائے۔ لہذا مسلم پارٹی کے لئے اصلاح عمومی اور تحفظ خودی دونوں کی خاطر یہ ناگزیر ہے۔ کہ کسی ایک خطہ میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنے پر اکتفا نہ کرے بلکہ جہاں تک اس کی قوتیں ساتھ دیں اس نظام کو تمام اطراف میں وسیع کرنے کی کوشش کرے۔ وہ ایک طرف اپنے افکار و نظریات کو دنیا میں پھیلائے گی۔ اور تمام ممالک کے باشندوں کو دعوت دے گی کہ اس مسلک کو قبول کریں۔ جس میں ان کے لئے حقیقی فلاح مضمر ہے۔ دوسری طرف اگر اس میں طاقت ہو گی۔ تو وہ لڑ کر غیر اسلامی حکومتوں کو مٹا دے گی۔ اور ان کی جگہ اسلامی حکومت قائم کرے گی۔"

(۶) مودودی صاحب کے دست راست امین احسن اصلاحی صاحب لکھتے ہیں:-

"اگر کوئی حکومت دستور اسلامی کی ایسی صریح خلاف ورزی کرے جس کی کوئی تاویل ممکن نہ ہو۔ اور رعایا صالحین کا گروہ منظم ہو۔ ان کے پاس طاقت موجود ہو اور اہل ملک کی عظیم اکثریت ان کے ساتھ ہو۔ یا کم از کم ظن غالب ہو کہ عمل جدوجہد شروع ہوتے ہی اکثریت ان کا ساتھ دے گی تو اس صورت میں بلاشبہ صالحین کی جماعت کو نہ صرف حق حاصل ہے۔ بلکہ ان کے اوپر یہ شرعی فرض ہے کہ وہ اپنی طاقت منظم کر کے ملک کے اندر بزور شمشیر انقلاب پیدا کریں اور حکومت پر قبضہ کریں۔"

(اسلامی ریاست مؤلفہ مولانا امین احسن اصلاحی صفحہ ۴۲)

(۷) مولانا مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے نزدیک دنیا کی تمام حکومتیں غیر اسلامی ہیں۔ کیونکہ جمہوریت کے اصول پر قائم ہیں۔ پاکستان اور دیگر اسلامی حکومتوں کا ذکر کر کے اپنے معترضین کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ان کا خیال بالکل غلط ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں حاکمیت جمہور کے اصول پر خود مختار حکومت کا قیام آخر کار حاکمیت رب العالمین کے قیام میں مددگار ہو سکتا ہے۔ جیسی مسلم اکثریت اس مجوزہ پاکستان میں ہے۔ ویسی ہی بلکہ عددی حیثیت سے بہت زیادہ زبردست اکثریت افغانستان ایران۔ عراق۔ ٹرکی اور مصر میں موجود ہے اور وہاں اس کو وہ پاکستان حاصل ہے۔ جس کا یہاں مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ پھر کیا وہاں مسلمانوں کی خود مختار حکومت کسی درجہ میں بھی حکومت الٰہیہ کے قیام میں مددگار ہے۔ یا ہوتی نظر آتی ہے؟ مددگار ہونا تو درکنار میں پوچھتا ہوں۔ کیا آپ وہاں حکومت الٰہی کی تبلیغ کر کے پھانسی یا جلاوطنی سے کم کوئی سزا پانے کی امید کر سکتے ہیں۔ .... جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ اگر مسلم اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں۔ اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے۔ ان کا گمان غلط ہے۔ دراصل اس کے نتیجہ میں جو کچھ حاصل ہوگا۔ اس کا نام حکومت الٰہیہ رکھنا۔ اس پاک نام کو ذلیل کرنا ہے .... جب صورت معاملہ یہ ہے۔ تو کیا وہ شخص نادان نہیں ہے۔ جو اسلامی انقلاب کا نصب العین سامنے رکھ کر ایسی جمہوری حکومت کے قیام کی کوشش کرے۔ جو سرکافرانہ حکومت سے بڑھ چڑھ کر اس کے مقصد میں مائل ہوگی۔"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۱۰۶-۱۰۸)

(۸) مولانا مودودی صاحب فرماتے ہیں:-

"ہماری قوم نے اپنے لیڈروں کے انتخاب میں غلطی کی تھی، اب یہ غلطی نمایاں ہو کر سامنے آگئی۔ ...... ہمارے ارباب اقتدار میں سے ننانوے فی صدی بد دیانت اور ناقابل اعتماد نکلے ہیں۔"

(کوثر یکم اپریل ۱۹۴۸ء)

(۹) مولانا مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے نزدیک مسلم لیگی قیادت غیر صالح ہے۔ جیسا کہ ان کی مجلس شوریٰ کی قرارداد مورخہ ۸ جولائی ۱۹۵۲ء میں لکھا ہے۔

"مسلم لیگی قیادت کو ہٹائے بغیر یہ فتنہ اور صرف یہی ایک فتنہ نہیں کوئی بھی اخلاقی یا اعتقادی فتنہ کیسے مٹایا جا سکتا ہے۔"

(اپنڈکس صفحہ ۱ تحریری بیان مولانا مودودی صاحب)

(۱۰) مولانا نعیم صدیقی صاحب مسلم لیگی لیڈر شپ کے متعلق لکھتے ہیں:-

"اس ساری لیڈر شپ کو بدلنا ہی ہمارا مقصد ہے نہ کہ کسی فرد کو یا کسی کیبنٹ کے چند وزرا کو ...... آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ کتاب و سنت کا علم کسی طرح ان کے سینوں میں لا کے بھر دیا جائے ...... ان کے ذہن میں اسلامی نظام کے مختلف مسائل کوٹ کوٹ کر بھر دیئے جائیں۔"

(ترجمان القرآن جلد ۳۲ نمبر ۱ صفحہ ۸۳)

(۱۱) مولوی نعیم صدیقی صاحب لکھتے ہیں:-

"انقلاب قیادت کی داعی ہونے کی حیثیت سے جماعت کی دینی ذمہ داری یہ بھی ہے۔ کہ وہ فاسد قیادت کو صالح قیادت سے بدلے۔ وہ اپنے لئے کسی طرح اس بات کو جائز نہیں سمجھتی کہ زندگی کے سارے معاملات فاسقین کے ہاتھوں میں رہیں۔ اور وہ صالحین کو اپنے ساتھ جمع کر کے ایک گوشہ خمول میں پڑی رہے۔"

(ترجمان القرآن جلد ۳۲ نمبر ۱ صفحہ ۸۴)

(۱۲) اخبار تسنیم نے لکھا ہے:-

"مجھے افسوس ہے کہ پاکستان ہی بلکہ دنیائے اسلام ہی قانون کا سب سے بڑا ماہر جس کا منصب یہ تھا۔ کہ اسے پاکستان کا گورنر جنرل بنایا جائے آج آہنی سلاخوں میں بند ہے۔ میری مراد علامہ مودودی سے ہے۔"

(تسنیم بحوالہ الفضل ۱۵ جون ۱۹۴۹ء)

۳۔ غیر الٰہی اور جمہوری حکومتوں کی عدالتوں کی حیثیت

جب مولانا مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے نزدیک دنیا کی تمام حکومتیں اور قیادتیں غیر صالح ہوئیں۔ اور ان کا بدلنا ضروری ہے۔ تو اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان جمہوری حکومتوں کے ماتحت رہنے والے مسلمان اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرانے کے لئے ان کی عدالتوں کی طرف رجوع کریں یا نہ اور ان کے فیصلوں اور احکام کی تعمیل کریں یا نہ کریں۔

مولانا مودودی صاحب کے نزدیک غیر اسلامی اور جمہوری حکومتوں کے فیصلے اور ان کے جملہ احکام کالعدم اور غیر مسلم ہیں۔ اور اسلامی قانون کی نگاہ میں ان کا پورا عدالتی نظام مجرمانہ اور باغیانہ ہے۔ اس کے جج اس کے کارکن اس کے وکیل اور فیصلہ کرنے والے سب مجرم ہیں۔ خواہ فیصلہ کرنے والا جج مسلمان ہو شرعی حکم کے مطابق فیصلہ کیوں نہ کرے۔ کیونکہ ان کا مسلمان جج بھی کم از کم جج کی حیثیت سے مسلمان نہیں ہے۔

حوالہ۔ مولانا مودودی صاحب ایک استفتا کے جواب میں (جو ایسی عدالتوں کے نکاح و طلاق کے فیصلہ کرنے کے متعلق ہے) فرماتے ہیں۔

"صرف نکاح و طلاق ہی کے معاملہ میں نہیں بلکہ جملہ معاملات میں غیر اسلامی عدالت کا فیصلہ اسلامی شریعت کے رو سے غیر مسلم ہے ... اسلامی نقطۂ نظر سے ایسی عدالتوں کی حیثیت وہی ہے جو انگریزی قانون کی رو سے ان عدالتوں کی قرار پاتی ہے۔ جو برطانوی سلطنت کی حدود میں "تاج" کی اجازت کے بغیر قائم کی جائیں ان عدالتوں کے جج ان کے کارندے اور وکیل اور ان سے فیصلہ کرانے والے جس طرح انگریزی قانون کی نگاہ میں باغی و مجرم اور مستلزم سزا ہیں۔ اسی طرح اسلامی قانون کی نگاہ میں وہ پورا عدالتی نظام مجرمانہ و باغیانہ ہے۔ جو بادشاہ ارض و سما کی مملکت میں اس کے سلطان "چارٹر" کے بغیر قائم کیا گیا ہو۔ یہ نظام عدالت جرم مجسم ہے۔ اور اس کے جج مجرم ہیں۔ اس کے کارکن مجرم ہیں۔ اس کے وکیل مجرم ہیں اس کے سامنے معاملات لے جانے والے فریقین مجرم ہیں۔ اور اس کے جملہ احکام قطعی طور پر کالعدم ہیں۔ اگر ان کا فیصلہ کسی خاص معاملہ میں شریعت اسلامی کے مطابق ہو۔ تب بھی وہ فی الاصل غلط ہے۔ کیونکہ بغاوت اس کی جڑ میں موجود ہے بالفرض اگر وہ چور کا ہاتھ کاٹیں زانی پر کوڑے یا رجم کی سزا نافذ کریں۔ شرابی پر حد جاری کریں تب

بھی شریعت کی نگاہ میں چور زانی اور شرابی اپنے جرم میں اس سزا کی بنا پر پاک نہ ہوں گے۔ اور خود یہ عدالتیں بغیر کسی حق کے ایک شخص کا ہاتھ کاٹنے یا اس پر کوڑے یا پتھر برسانے کی مجرم ہوں گی۔

ان عدالتوں کی یہ شرعی حیثیت اس صورت میں بھی علیٰ حالہٖ قائم رہتی ہے۔ جبکہ غیر مسلم کی بجائے کوئی نام نہاد مسلمان ان کی کرسی پر بیٹھا ہو۔ خدا کی باغی حکومت سے فیصلہ نافذ کرانے کے اختیارات لے کر جو شخص مقدمات کی سماعت کرتا ہے۔ اور جو انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی رو سے احکام جاری کرتا ہے کم از کم جج کی حیثیت سے تو مسلمان نہیں ہے بلکہ خود باغی کی حیثیت رکھتا ہے وہ پھر اس کے احکام کالعدم ہونے سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں۔

یہ قانونی پوزیشن اس صورت میں بھی قائم رہتی ہے کہ جبکہ جمہوری ہو اور اس میں مسلمان شریک ہوں۔ خواہ مسلمان کسی جمہوری حکومت میں قلیل التعداد ہوں یا کثیر التعداد یا وہ ساری آبادی مسلمان ہو جس میں جمہوری لادینی اصول پر نظام حکومت قائم کیا ہے۔ ...... ایسی جمہوری حکومت کے تحت جو عدالتیں قائم ہوں گی۔ خواہ ان کے جج قومی حیثیت سے مسلمان ہوں یا غیر مسلم ان کے فیصلے بھی اسی طرح کالعدم ہوں گے جس طرح کہ صورت اول و دوم میں بیان کئے گئے ہیں۔

(ایک نہایت اہم استفتاء از سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب)

پھر آپ غیر الٰہی حکومتوں کی عدالتوں کے فیصلوں کو خنزیر کی حرمت سے تشبیہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ سوال کرنا کہ فسخ نکاح اور تفریق بین الزوجین اور انقطاع طلاق کے بارے میں غیر الٰہی عدالتوں کا فیصلہ نافذ ہوتا ہے یا نہیں؟ اسلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اور اس سے زیادہ ناواقفیت کی دلیل یہ ہے کہ سوال صرف غیر مسلم ججوں کے بارے میں کیا جائے۔ گویا سائل کے نزدیک جو نام کے مسلمان غیر الٰہی نظام عدالت کے پرزوں کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ ان کا فیصلہ تو نافذ ہو ہی جاتا ہو گا۔ حالانکہ خنزیر کے جسم کی بوٹی کا نام "بکرے کی بوٹی" رکھ دینے سے نہ تو وہ بوٹی فی الواقعہ بکرے کی بوٹی بن جاتی ہے۔ اور نہ حلال ہی ہو سکتی ہے۔"

(استفتائے فرودی ص۱۵)

۴۔ مسلمانوں کی حالت غیر الٰہی حکومتوں کے ماتحت

مولانا مودودی صاحب فرماتے ہیں:۔

"اس میں شک نہیں کہ اسلام کے اس اصل الاصول کو تسلیم کرنے کے بعد غیر الٰہی حکومت کے تحت مسلمانوں کی زندگی مشکل ہو جاتی ہے۔ لیکن مسلمانوں کی زندگی کو آسان کرنے کے لئے اسلام کے اولین بنیادی اصول میں ترمیم نہیں کی جا سکتی۔

مسلمان اگر غیر الٰہی حکومتوں کے اندر رہنے کی آسانی چاہتے ہیں تو انہیں اصول اسلام میں ترمیم کرنے یا بالفاظ دیگر اسلام کو غیر اسلام بنانے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ البتہ مرتد ہونے کا موقعہ ضرور حاصل ہے۔ کوئی چیز یہاں ارتداد سے مانع نہیں۔ ...... صرف ایک راستہ ان کے لئے کھلا ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جہاں بھی ہوں حکومت کے نظریہ کو بدلنے اور حکمرانی کو درست کرنے کی سعی میں اپنی پوری قوت صرف کر دیں۔"

(استفتائے فرودی ص۱۶)

اس فتوے سے ظاہر ہے کہ مولانا مودودی صاحب کے نزدیک درحقیقت مسلمان کے لئے جب تک دنیا میں حکومت الٰہیہ قائم نہ ہو اس روئے زمین پر ایک پُر امن وفادار شہری کی حیثیت سے رہنے کی گنجائش نہیں۔ ان کے لئے ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ موجودہ حالات میں کسی دوسری دنیا میں ہجرت کر جائیں یا دنیا کی حکومتوں کے باغی ہو کر ان سے جنگ شروع کر دیں۔ یا منافق بن کر رہیں۔ اور کوئی صورت مولانا مودودی صاحب کے فتوے کے مطابق مسلمانوں کے اس دنیا میں زندہ رہنے اور پھلنے پھولنے کی نہیں ہے۔

۵۔ مولانا مودودی صاحب کی مجوزہ حکومت میں قانونِ آزادی

مولانا مودودی صاحب جس اسلامی حکومت کو قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں کسی غیر مسلم اور غیر صالح مسلمان کا اپنے مذہبی خیالات و افکار کا اظہار بغاوت کے مترادف ہو گا اور بصورت حکومت اسلامی کی مخالف جماعتیں جب اپنے خاص اسلامی خیالات کا اظہار کریں گی تو وہ بھی باغی ہوں گی اور ان کی سزا قتل ہو گی۔ چنانچہ آپ سے ایک شخص نے ۱۹۴۵ء میں سوال کیا۔

"کیا اسلامی ریاست میں ایک قادیانی اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکے گا؟"

آپ نے جواب دیا۔

"ہمارے ہاں اگر کوئی شخص دین سے نکلنے کا اعلان کرتا ہو تو وہ صرف شخصی زندگی ہی نہیں بدلتا۔ بلکہ ہمارے ریاستی نظام سے بغاوت کرتا ہے۔ اور ملک میں فساد برپا کرتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص باہر سے آ کر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا ہے۔ تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ وہ ہمارے اندر آ کر ہمارے نظام اجتماعی کے خلاف ہمارے لوگوں کو بغاوت کی دعوت دیتا ہے ان چیزوں کو دنیا کی کوئی ریاست گوارہ نہیں کر سکتی۔

اس اصول کے ماتحت اب ان لوگوں کے مسئلہ پر غور کیجئے۔ جو مسلمانوں کے اندر سے خدا کے قانون سے بغاوت کریں۔ ظاہر ہے کہ ان لوگوں میں داخل نہیں ہو سکتے۔ جن کی طرف نبی کی بعثت براہ راست نہیں ہوئی (یعنی مسلمان لوگ) کہ ذمیوں میں شمار ہو سکیں لازماً ان لوگوں میں شمار ہوں گے جن پر حق واضح ہو چکا ہے یا جن کے لئے وضاحت حق کے تمام وسائل موجود ہیں ...... اب اگر وہ خدا کے قانون سے بغاوت کرتے ہیں۔ تو آخر خدا کا قانون ان کو کس غرض کے لئے مہلت دے گا۔ اب ان کی ہدایت کے لئے کس چیز کا انتظار باقی ہے۔ ان لوگوں کو سورہ مائدہ کی آیت انما جزاء الذین یحاربون اللّٰہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا الخ کی رو سے امام قتل کر دینے کا مجاز ہے۔

(ترجمان القرآن ستمبر و اکتوبر ۱۹۴۵ء)

اسی طرح مدیر کوثر نصر اللہ خان صاحب عزیز یکم جولائی ۱۹۴۹ء کے اداریہ میں لکھتے ہیں:۔

"قادیانیوں کو اسلامی نظام کے قیام میں ایک عملی خدشہ لاحق ہے۔ ان کو اندیشہ ہے۔ کہ اسلامی حکومت میں مرتد کو قتل کی سزا دی جائے گی۔ اور مسلمانوں کے نزدیک قادیانی مرتد ہیں۔"

(کوثر یکم جولائی ۱۹۴۹ء)

اس سے ظاہر ہے کہ مولانا مودودی صاحب جو تمام دنیا میں حکومتِ الٰہیہ کو قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے مشن کو عالمگیر قرار دیتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جب الٰہی حکومت اسلامی بن جائے گی۔ تو یہ خدائی فوجدار سب کی زبان بند کر دیں گے۔ اور کسی غیر مذہب والے اور غیر صالح مسلمان کو آواز اٹھانے کی اجازت نہ ہو گی۔ اور جو اٹھائے گا وہ قتل کیا جائے گا۔ شیخ سعدی مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

گربۂ مسکیں اگر پر داشتے
تخم گنجشک از جہاں برداشتے

(مذہبی آزادی کے متعلق اسلامی تعلیم اور یہ کہ مرتد کی سزا شریعت اسلامیہ میں قتل نہیں اس کے لئے ملاحظہ ہو [illegible] اسلام اور مذہبی آزادی)

۶۔ احمدیوں کی مخالفت کیوں؟

مولانا مودودی صاحب کے لئے احمدیوں کی مخالفت کی بظاہر کوئی وجہ نہیں تھی۔ جبکہ وہ احادیث کی بنا پر خود لکھ چکے ہیں۔ کہ جو خدا کی وحدانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرے وہ مسلمان ہے۔ اور اسلامی ریاست کا شہری بن جاتا ہے۔ چنانچہ چند احادیث درج کر کے لکھتے ہیں۔

"ان احادیث میں حضور نے اسلام کا دستوری قانون (Constitutional Law) بیان فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص خدا کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کو ماننے کا اقرار کرے۔ تو وہ دائرہ اسلام میں آ جاتا ہے۔ اور اسلامی سٹیٹ کا شہری (Citizen) بن جاتا ہے۔ یہ بات کہ وہ حقیقی مومن ہے یا نہیں؟ اس کا فیصلہ اللہ کرنے والا ہے۔ ہم اس کا فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں۔ کیونکہ لم اومر ان اشق عن قلوب الناس ولا عن بطونهم یعنی مجھ کو لوگوں کے دل چیرنے اور ان کے باطن ٹٹولنے کا حکم نہیں دیا۔"

(تفہیمات جلد اول ص۱۵۴)

اور مزید برآں جیسا کہ مولوی امین احسن صاحب اصلاحی دست راست مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے متعلق خوارج نے کہا۔

"دونوں اور اس کے تمام ساتھی کافر ہیں"

(اسلامی ریاست شہریت کے حقوق مؤلفہ مولانا امین احسن اصلاحی ص۴۳)

اور پھر لکھتے ہیں:۔

"امام خطابی اس بات پر علماء کا اجماع نقل فرماتے ہیں کہ خوارج اپنی ضلالت کے باوجود اپنے شہری حقوق کے لحاظ سے مسلمانوں کے اندر شمار ہوں گے (ایضاً ص۴۷)

"اسلامی جماعت کا سیاسی نظام صرف ظاہر میں اسلام سے ہی بحث کرتا ہے۔ اور اسی سے بحث کر سکتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے اندر" جیسا کہ آپ نے دیکھا خارجیت اور انارکزم تک کے لئے گنجائش نکل آتی ہے۔ بشرطیکہ ان سے شرائط شہریت کی خلاف ورزی سرزد نہ ہوئی ہو" (ایضاً ص۴۸)

ان تحریرات کے ہوتے ہوئے مولانا مودودی صاحب نے جماعت احمدیہ کے خلاف جس غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے۔ وہ اس لئے کیا ہے۔ کہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ کا نصب العین ان کے نصب العین کے عین ضد واقع ہوا ہے۔ ان کا نصب العین بزور شمشیر تمام دنیا میں حکومت الٰہیہ قائم کرنا ہے۔ اور موجودہ جمہوری حکومتوں کے بشمول پاکستان تمام احکام کی خلاف ورزی کرنا اور ان کا رد کرنا ہے۔ اور ان کی مسلمان رعیتوں

کو لغاوت پر آمادہ کرتا ہے۔ برخلاف اس کے جماعت احمدیہ کا نصب العین محبت و پیار اور دلائل کی رو سے دین اسلام کا تمام مذاہب پر غلبہ ثابت کرنا ہے۔ اور جنگ سے نہیں بلکہ محبت سے اسلامی صداقت کو لوگوں کے دلوں میں جانشین کر کر ان کے دلوں کو فتح کرنا ہے۔ اور جب دل سے محکومتیں اسلام کی سچائی کو قبول کریں گی۔ تو وہی اسلام کی حقیقی فتح کا دن ہوگا اور یہی روحانی فتح حاصل کرنا جماعت احمدیہ کا نصب العین ہے۔ چنانچہ حضرت بانی جماعت احمدیہ فرماتے ہیں۔

"خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔ توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالےٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے"۔ (الوصیت ص۹)

اور حضرت امام جماعت احمدیہ نے خدام الاحمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"خدام الاحمدیہ کا کام کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ یہ نہایت اہمیت رکھنے والا کام ہے۔ اور درحقیقت خدام الاحمدیہ میں داخل ہونا اور اس کے مقررکردہ قواعد کے ماتحت کام کرنا ایک اسلامی فوج تیار کرنا ہے۔ مگر ہماری فوج وہ نہیں جس کے ہاتھوں میں بندوقیں یا تلواریں ہوں بلکہ ہماری فوج وہ ہے۔ جس نے دلائل سے دنیا پر غلبہ حاصل کرنا ہے۔ ہماری تلواریں اور ہماری بندوقیں وہ دلائل ہیں۔ جو احمدیت کی صداقت کے متعلق ہماری طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔ ہماری تلواریں اور بندوقیں وہ دعائیں وہ ترقی احمدیت کے متعلق ہم ہر وقت مانگتے رہتے ہیں۔ اور ہماری بندوقیں اور ہماری تلواریں وہ اخلاق فاضلہ ہیں۔ جو ہم سے صادر ہوتے ہیں۔ یہی دلائل مذہبی دعائیں اور اخلاق فاضلہ یہی ہماری توپیں اور یہی ہماری تلواریں ہیں۔ انہی توپوں اور انہی تلواروں سے ہم نے دنیا کے تمام ادیان کو فتح کر کے اسلام کا پرچم لہرانا اور ان پر غلبہ اقتدار حاصل کرنا ہے"۔

(الفضل ۷ر اپریل ۱۹۳۹ء)

اطلاع و معذرت

ایک سابقہ اعلان کے ماتحت زیر نظر پرچہ میں صدر انجمن احمدیہ ربوہ کا تبصرہ شائع کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے بجائے مبارک کا مجوزہ جلسہ سالانہ نمبر بجائے ۲۱ر دسمبر کے ۲۸ر دسمبر کی تاریخ پر شائع ہوگا نیز موجودہ پرچہ ضخامت بڑھ جانے کے باعث جلسہ سالانہ نمبر سولہ صفحات کا ہوگا۔ (ادارہ)

افکار و آراء

گائے کشی کی مذہبی و اقتصادی حیثیت

مرکزی گورنمنٹ کے وزیر خوراک مسٹر قدوائی نے پارلیمنٹ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بیان کیا۔ کہ مرکزی گورنمنٹ نے صوبہ جات کی گورنمنٹوں کو مویشیوں کو کاٹنے کے متعلق ہدایات دی ہیں مگر کہ ہر قسم کے مویشیوں کو کاٹنے پر پابندی لگانا گورنمنٹ کا مقصد نہیں۔ مقصد صرف گائے۔ بچھڑوں اور دودھ دینے والے دوسرے جانوروں پر پابندی لگانا ہے تمام مویشیوں کے کاٹنے پر مکمل طور سے پابندی لگانا ملک کے لئے نقصان کا باعث ہوگا۔ کیونکہ اگر تمام جانوروں کے کاٹنے پر پابندی لگا دی جائے تو مویشیوں کی زندگی کا معیار اور نسل کمزور ہو جائے گی۔ ملک کے تقریباً چار کروڑ مویشی دودھ نہیں دیتے اور ظاہر ہے۔ کہ لقایا کار آمد مویشیوں کی خوراک کا بیشتر حصہ دودھ نہ دینے والے مویشی کھا جاتے ہیں۔ جس کے باعث دودھ دینے والے مویشیوں کی نسل خراب اور حالت بدتر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ چنانچہ مسٹر قدوائی کے اس بیان پر ہندو اخبارات میں انتہائی غم و غصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اور بعض اخبارات میں نہ صرف پنڈت نہرو کو گائے کا دشمن لکھا گیا۔ بلکہ مسٹر پرشوتم داس ٹنڈن نے تو اپنی حال کی ایک تقریر میں یہ بھی کہا ہے کہ جس گورنمنٹ کے دور میں گائے کشی ہو اس گورنمنٹ کو زندہ رہنے کا حق حاصل نہیں۔ اور حکومت کی باگ ڈور صرف ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہونی چاہیئے جو گائے کشی کے سخت خلاف اور عابد و پرہیزگار اور ہندوستانی معاشرت چاہتے ہوں تاکہ ملک میں کوئی چور۔ کنجوس۔ شرابی۔ جاہل۔ اور بدچلن نہ رہے۔

مسٹر پرشوتم داس کی رام راجیہ کی خواہش تو شائد کبھی بھی پوری نہ ہو سکے۔ کیونکہ ملک کی آبادی میں آج اکثریت چوروں۔ شرابیوں جہلا اور بدچلن لوگوں کی ہے۔ آبادی کے اس حصہ میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور عوام تو کیا ملک کے بعض بڑے بڑے لیڈر بھی آج ناجائز مفاد حاصل کرنے میں کوئی عیب نہیں سمجھتے۔ اور گائے کشی کے متعلق پوزیشن یہ ہے۔ کہ ناکارہ اور دودھ دینے کے ناقابل جانوروں کو اگر اقتصادی لحاظ سے نہیں . . . . بلکہ صرف مذہبی اعتبار سے کاٹنے کی ممانعت چاہی جا رہی ہے۔ تو پھر ملک میں سیکولر گورنمنٹ کیوں قائم کی گئی۔ پاکستان کی طرح علانیہ طور پر یہاں بھی ہندو گورنمنٹ کیوں نہ قائم کی گئی۔ تاکہ مسلمان۔ عیسائی۔ سکھ اور پارسی وغیرہ جو اپنے آپ کو ہندو نہیں سمجھتے کسی دوسری سیکولر حکومت کے سایہ میں چلے جائیں۔

ہندو پریس اور ہندو لیڈروں کا گائے کشی کی قطعی ممانعت کا مطالبہ یقیناً ملک کے مفاد کے منافی ہے۔ کیونکہ سوال یہ ہے۔ کہ اگر جانوروں کے کاٹنے کی قطعی ممانعت کر دی جائے تو پھر ملک کی ضرورت کے لئے چمڑا کہاں سے آئے گا کیونکہ آج مشینری کے ہر پرزہ کے لئے۔ ہر انسان کے پاؤں کی جوتی کے لئے اور دوسری ہزارہا ضرورتوں کے لئے ملک کو چمڑے کی ضرورت ہے بغیر چمڑے کے آج ملک کا تمام کاروبار ہی معطل ہو جائے۔ اور مذہبی پوزیشن یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ ایک سیکولر ملک کے مسلمانوں، عیسائیوں اور پارسیوں پر گائے یا کسی دوسرے جانور کے کھانے پر پابندی عائد کریں۔ اس کے علاوہ ہمارے ملک میں کافی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو گائے اور بھینس تو کیا ایک چیونٹی بلکہ ایک سانپ کا ہلاک کرنا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے احساس کی پرواہ کرتے ہوئے پھر ہر قسم کے جانوروں یعنی بکری اور مرغی کے ہلاک کرنے پر بھی کیوں پابندیاں عائد نہ کی جائیں۔

ضرورت یہ ہے کہ دس سال کے لئے گائے اور بھینس کے کاٹنے کی سخت ممانعت کر دی جائے۔ تاکہ ملک میں دودھ دینے والے جانوروں کی تعداد کثرت کے ساتھ ہو۔ اس کے بعد ملک میں جب دودھ اور گھی کافی مقدار میں پیدا ہو تو اس ممانعت کے حکم کو منسوخ کر کے صرف اُن جانوروں کا کاٹنا جائز قرار دیا جائے جو بچے پیدا کرنے کے نااہل اور دودھ دینے کے ناقابل ہوں ناکارہ جانوروں کے کاٹنے کی ممانعت کا ہمیشہ کے لئے جاری رہنا ملک کو اقتصادی لحاظ سے تباہ کرنا ہوگا۔ جس پر ہمیں سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیئے۔ (ریاست دہلی ۱۴ر دسمبر ۵۲ء)

پاکستان میں مذہبی تبلیغ کی "آزادی"

پاکستان کے سابق وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے شہادت دیتے ہوئے اپنے بیان میں کہا۔

"میں جب پاکستان کا وزیر اعظم تھا۔ تو میں نے حکومت کے اعلےٰ حلقوں کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی۔ کہ احمدیہ جماعت کے پیشوا پبلک میں یہ اعلان کر دیں۔ کہ آپ اور آپ کے احمدی مقلدین آئندہ پاکستان میں کسی غیر احمدی کو احمدی جماعت میں داخل نہ کریں گے"۔

یعنی احمدی جماعت تبلیغ سے توبہ کر کے آئندہ کسی شخص کو احمدی ہونے کی دعوت نہ دے۔ احمدی جماعت کی پوزیشن یہ ہے۔ کہ بطور جماعت کے یہ مسلمانوں کی دوسری تمام جماعتوں سے زیادہ اسلام کی تبلیغ کرتی ہے۔ اس نے نہ صرف ہندوستان کے ہر صوبہ میں اپنی تبلیغی شاخیں قائم کیں۔ بلکہ غیر ممالک میں بھی شائد ہی کوئی ملک ایسا ہوگا جس میں احمدی جماعت کے لوگ اسلام کی تبلیغ نہ کر رہے ہوں۔ چنانچہ جس صورت میں کہ پاکستان میں اسلام کی تبلیغ کرنے پر بھی صرف چھوٹے چھوٹے اختلافات کے باعث احمدی جماعت پر تبلیغ نہ کرنے کی پابندیاں عائد ہو سکتی ہیں۔ اور یہ اختراع پاکستان کے وزیر اعظم کے دماغ کی ہے۔ تو اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہاں اگر کوئی ہندو، عیسائی یا پارسی اپنے مذہب کی تبلیغ کرے تو اس کا کیا حشر ہوگا۔

پاکستان کا یہ "مذہبی" شعار یقیناً چند برس کے اندر خود پاکستان کو ختم کرنے کا باعث ہوگا۔ کیونکہ دنیا اب کسی قیمت پر بھی مذہبی خیالات پر لگائی گئی پابندیوں کو برداشت نہیں کر سکتی۔ پاکستان کے لیڈروں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنی افسوسناک پوزیشن پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں۔

(ریاست دہلی ۷ر دسمبر ۵۲ء)

اخبار قادیان

۱۔ قادیان۔ ۶ر دسمبر۔ عبدالکریم صاحب درویش قادیان کے ہاں تین لڑکوں کے بعد پہلی بچی پیدا ہوئی۔ اور ۱۱ر دسمبر کو غلام قادر صاحب درویش کے ہاں لڑکا تولد ہوا۔ اللہ تعالیٰ نومولودین کو لمبی عمر عطا فرمائے اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے آمین۔

۲۔ جلسہ سالانہ کے انتظامات شروع ہو چکے ہیں۔ چنانچہ مورخہ ۱۵ر دسمبر کو درویشان اجتماعی طور پر موضع ڈلّہ کے نواح سے کسیر کاٹ کر لائے۔

۳۔ نظارت دعوت و تبلیغ کی طرف سے جلسہ سالانہ کے پوسٹر جماعتوں میں بھجوائے جا رہے ہیں اور جلسہ میں شمولیت کیلئے غیر مسلم معززین کو خصوصیت سے دعوت نامے بھی ارسال کئے جا رہے ہیں۔

"اسلامی اصول کی فلاسفی" کا پہلا امریکن ایڈیشن شائع ہو گیا

احباب سلسلہ کو اس خبر سے مسرت ہوگی کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے امریکہ مشن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرکۃ الآراء تصنیف "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا پہلا امریکن ایڈیشن شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ امریکہ مشن کی یہ کوشش رہی ہے کہ سلسلے کے اہم اور بنیادی لٹریچر کو موجودہ زمانہ کے اداری اسلوب اور اعلیٰ کتب کے طباعت کے معیار کے ساتھ شائع کئے جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دو تصنیفات (۱) احمدیہ موومنٹ ان اسلام اور (۲) احمدیت یا حقیقی اسلام "شائع کی جا چکی ہیں۔ ان کتب کو امریکہ کی تمام مشہور لائبریریوں اور یونیورسٹیوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مؤخر الذکر کتاب احمدیت یا حقیقی اسلام پر کئی امریکی رسائل نے ریویو بھی شائع کئے ہیں۔

جن احباب کی نظر سے احمدیت یا حقیقی اسلام کا امریکن ایڈیشن گذر چکا ہے ان کو اس اطلاع سے خوشی ہوگی کہ اسلامی اصول کی فلاسفی کی طباعت میں اس معیار کو اور بھی بلند کیا گیا ہے۔ کتاب کے ترجمہ پر اس ایڈیشن کے لئے نظر ثانی کروا کر بہاں میں جابجا مناسب تصحیح کی گئی ہے۔ آیات قرآنیہ کے بلاک بنوا کر ان کے عربی متن کے عکس دیئے گئے ہیں۔ اور تمام حوالہ جات کو صفحہ کے آخر پر فٹ نوٹ کے طور پر درج کیا گیا ہے۔ کاغذ بھی نہایت عمدہ استعمال کیا گیا ہے۔

اس دفعہ یہ انتظام بھی کیا جا رہا ہے کہ پاکستان ہندوستان اور بیرون امریکہ کے دوسرے ممالک میں بھی احباب اس کتاب کو بآسانی خرید سکیں۔ امریکہ میں چونکہ جلد بندی بہت گراں ہوتی ہے۔ اس لئے بیرونی ممالک میں اس ایڈیشن کو سستی قیمت پر دینے کے لئے ایک خاص تعداد خوبصورت اور مضبوط پیپر کور (Paper Covers) کی بھی تیار کروائی گئی ہے۔ اس کی قیمت پاکستان میں چار روپے فی جلد ہوگی۔ جو صاحب بہرکیف مجلد نسخہ ہی خریدنا پسند فرمائیں وہ اسے سات روپے فی جلد کے حساب سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی کتب فروش دوست زیادہ مقدار میں خریدنا چاہیں تو وہ ہم سے اس بارے میں خط و کتابت کر سکتے ہیں مندرجہ بالا قیمت میں محصول ڈاک اور پیکنگ وغیرہ شامل نہیں۔

چونکہ امریکہ مشن دفتر کا عملہ کے فقدان کی وجہ سے لمبے حسابات رکھنے اور قیمت کی ادائیگی ہم ... بار بار یاد دہانیوں کی استطاعت نہیں رکھتا اس لئے اس کتاب کی قیمت کے ادا کرنے کا یہ انتظام کیا گیا ہے کہ احباب جس قدر نسخے لینا چاہیں ان کی قیمت دفتر محاسب صدر انجمن احمدیہ میں بحساب امریکہ مشن ادا کر کے دفتر محاسب کی رسید ہمیں بھجوا دیں انشاء اللہ آرڈر بمع رسید آنے پر فوراً تعمیل ہوگی امید ہے کہ احباب کرام اس شاندار اور مفید کتاب کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر تقسیم کریں گے۔

احباب سے یہ بھی درخواست ہے کہ وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ امریکہ مشن کو مغرب میں اشاعت اسلام کی خدمت کو صحیح طور پر کرنے کی توفیق دے اور پھر ان مفید خدمات میں برکت ڈال کر انہیں جلد ثمر آور کرے تا خدا تعالیٰ کا نام تمام دنیا میں بلند ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار خلیل احمد ناصر مبلغ انچارج امریکہ مشن

خط و کتابت کا پتہ:-

The Ahmadiyya Movement
in Islam
2141 Leroy Place N.W.
Washington 8. D.C.

۲۸-۵-۸۰

جلسہ سالانہ پر آنے والے حضرات مطلع رہیں

جلسہ سالانہ کے مبارک ایام قریب سے قریب تر آ رہے ہیں۔ اس موقعہ پر زیادہ سے زیادہ اصحاب کو شریک جلسہ ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اہل و عیال سمیت تشریف لانے والے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ افسر صاحب جلسہ سالانہ قادیان کو جلد از جلد مطلع کر دیں۔ تا کہ مناسب حال جائے رہائش کا انتظام ہو سکے۔ اور بعد میں کسی وقت کا سامنا نہ ہو۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

جو شخص کھڑا ہے وہ بیس صدیوں میں بھی اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا!

مومن کو اپنی پیدائش کے مقصد پر غور کرنا چاہیئے

ارشادات حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حسب سابق جماعت احمدیہ کا باسٹھواں سالانہ جلسہ اس کے مرکز قادیان میں ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۵۳ء کو منعقد ہو رہا ہے ... اپنے ایمانوں میں جلا پیدا کرنے کی خاطر ہندوستان و پاکستان کے مختلف مقامات سے احباب شامل ہوں گے۔ یہ جلسہ دنیوی جلسوں اور میلوں کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی برکات۔ انوار۔ اور فیوض کا خصوصیت سے نزول ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر جلسہ کے مرکزی اخراجات کو پورا کرنے کے لئے سلسلہ کی طرف سے ہر احمدی پر سال میں ایک ... چندہ جلسہ سالانہ ... ہے۔ جو لازمی چندہ ہے جس کا جلسہ سالانہ سے قبل ادا کیا جانا ضروری ہے۔ جلسہ کے انعقاد میں ایک ماہ سے بھی کم عرصہ رہ گیا ہے۔ لیکن جماعتوں کی طرف سے اس چندہ کی ادائیگی کی رفتار بہت سست ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"آج جو احمدی کہلاتا ہے۔ وہ ایک مکان کی اینٹ بن چکا ہے۔ وہ زنجیر کا ایک حصہ بن چکا ہے۔ اس نے بیعت کرتے ہوئے وعدہ کیا ہے۔ کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ میں دین کے لئے جان و مال اور عزت سب کچھ قربان کر دوں گا۔ اس کا چندہ ادا نہ کرنا محض سستی اور غفلت ہے"۔ فرمایا:- "یہ دین کا کام ہے جو سب کاموں پر مقدم ہے۔ اگر آپ لوگوں کو ادائیگی میں تکلیف کرنی پڑتی ہے تو وہ تکلیف تمہیں برداشت کرنی ہوں گی"۔

نیز چندوں کی ادائیگی میں سستی اختیار کرنے والوں کے لئے حضور کا مندرجہ ذیل ارشاد بھی درس عبرت ہے فرمایا:۔

"جو شخص کھڑا ہے وہ بیس صدیوں میں بھی اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہ بدبخت جیسے کہ ماں کے پیٹ سے نکلا ویسے ہی یہاں سے چلا جائے گا۔ نہ ماں کے پیٹ سے نکلنے نے اس کے اندر تغیر پیدا کیا۔ نہ قبر کے اندر جانے نے اس کے اندر تغیر پیدا کیا۔ ان معنوں میں نہیں کہ ماں کے پیٹ سے گناہوں سے پاکیزہ نکلا بلکہ ان معنوں میں جس طرح ماں کے پیٹ سے گناہ میں لت پت نکلا۔ اسی طرح وہ اس جہان سے گند میں لت پت چلا گیا۔ پس مومن کو اپنی پیدائش کے مقصد پر غور کرنا چاہیئے"۔

پس آپ کو اس سرکلر کے ذریعہ آپ کے اس فرض کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ اب اپنی ذمہ واری کو محسوس کرتے ہوئے اپنی جماعت کے احباب کو ان کے ذمہ چندہ جلسہ سالانہ کو جلسہ سالانہ سے قبل جلد از جلد ادا کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کی طرف توجہ دلائیں۔ تا وہ اپنے اس عہد کو پورا کرنے والے بنیں جو انہوں نے بیعت کرتے وقت کیا تھا۔ اور کوشش کی جائے کہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آپ کی جماعت کا کوئی دوست اس چندہ کا بقایا دار نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور احباب جماعت کو سلسلہ کی خدمت اور اس کے لئے قربانیاں کرنے کی زیادہ توفیق عطا فرمائے اور حافظ و ناصر ہو۔

(ناظر بیت المال قادیان)

مختصر اور ضروری خبریں!

ادارہ اقوام متحدہ ۔ ۹؍ دسمبر ۔ صدر آئزن ہاور نے کل اقوام متحدہ میں تقریر کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ ایٹمی توانائی پر کنٹرول کرنے کے لئے ایک بین الاقوامی ایٹمی کمیٹی بنائی جائے ۔ اس کمیٹی میں روس کو بھی شریک کیا جائے گا۔

یہ کمیٹی ان تمام اشیاء پر سختی سے کنٹرول کرے گی ۔ جو ہائیڈروجن اور ایٹم بم بنانے کے کام آتی ہیں ۔ ایٹمی طاقت کو پُرامن مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے واسطے اگر کوئی ادارہ بنایا گیا تو امریکہ بڑی خوشی کے ساتھ روس سے تعاون کرے گا۔

انہوں نے کہا کہ میں ایٹمی جنگ کو روکنے کے لئے ایٹمی توانائی پر کنٹرول کے بارے میں ایک ۸ نکاتی پلان امریکہ کانگریس میں پیش کر دوں گا۔

انہوں نے کہا اس تجویز کے پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ دنیا ایٹمی جنگ کی تباہی سے محفوظ رہے ۔ انہوں نے کہا کہ ایٹمی جنگ کو روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے ۔ اس سلسلے میں جتنے مذاکرات بھی ہوں گے وہ سب اقوام متحدہ کے ڈھانچہ کے اندر ہوں گے ۔ امریکہ کی کانفرنس میں جو پروگرام پیش کیا جائے گا اس سے ظاہر ہوگا کہ مشرق اور مغرب اسلحہ بندی کی دوڑ سے زیادہ نوع انسانی کی فلاح سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

حیدر آباد ۔ ۹؍ دسمبر ۔ حیدر آباد سٹیٹ گورنمنٹ نظام کو ۲۵ لاکھ روپیہ سالانہ محلات کے مصارف کے سلسلہ میں دیتی تھی ۔ سٹیٹ اسمبلی میں اپوزیشن کے ممبر اس رقم کی ادائیگی کے خلاف تھے ۔ سٹیٹ گورنمنٹ اس معاملہ میں نظام سے جو گفت و شنید کر رہی تھی اس کے نتیجہ میں آخر الذکر نے ۲۵ لاکھ روپیہ سے دست بردار ہونا منظور کر لیا۔

نئی دہلی ۔ ۹؍ دسمبر آج ہند پارلیمنٹ میں علیگڑھ کنونشن سے متعلق سوالات دریافت کئے گئے ۔ پوچھا گیا کہ علیگڑھ کے مسلم کنونشن کے منعقد کرنے والوں اور بعض پاکستانی عناصر اور پاکستانی پریس میں کچھ تعاون ہے ۔ کیا یہ صحیح ہے ۔ کہ کنونشن مذکور کی خبریں پہلے پاکستانی پریس میں چھپیں ۔ اگر یہ صحیح ہے ۔ تو کونسی نیوز ایجنسی ہے جس نے یہ خبریں ہندوستان سے پاکستان بھیجیں ۔ جواب میں وزیر داخلہ نے بتایا کہ حکومت کو پاکستان اور مذکورہ کنونشن کے درمیان رابطہ کا کوئی علم نہیں یہ خبریں ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان نے بھیجی ہیں ۔ یہ خبریں پہلے ہند کے اردو پریس میں شائع ہوئیں یہ غلط ہے کہ یہ خبریں پہلے پاکستان میں چھپیں مزید بتایا گیا کہ اشتعال انگیز تقریریں کرنے والوں کے خلاف اقدام کرنے پر حکومت غور کر رہی ہے۔

نئی دہلی ۔ ۸؍ دسمبر آج ایوانِ عام میں نائب وزیر خوراک شری ایم وی کرشن آیا نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ جن ریاستوں میں زیادہ چاول پیدا ہوتا ہے ان میں سوائے اڑیسہ کے چاول کی پیداوار کا جائزہ لیا جا رہا ہے ۔ البتہ اس جائزے کے نتائج فروری یا مارچ ۱۹۵۴ء سے پہلے معلوم نہیں ہو سکیں گے ۔ تاہم آثار یہ ہیں کہ اس سال چاول کی فصل گذشتہ سال کی نسبت بہت اچھی ہوگی۔

لاہور ۔ ۸؍ دسمبر آج پنجاب اسمبلی میں فسادات پنجاب کی تحقیقات کے سلسلہ میں عدالت مؤثر کرنے کا بل پیش ہوا ۔ پاس ہونے کے بعد اس بل کو ان آرڈی نینسوں کی جگہ نافذ کیا جائے گا ۔ جو عدالت مؤثر کرنے کے سلسلہ میں گورنر پنجاب نے جاری کئے تھے۔

نئی دہلی ۔ ۸؍ دسمبر ۔ وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے آج ریاستی کونسل کے اجلاس میں ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ انھوں نے تقریباً ایک سو سابق حکمرانوں کے نام ایک ذاتی چٹھی لکھی ہے کہ وہ اپنے نجی الاؤنس میں خود بخود اپنی مرضی سے تخفیف منظور کر لیں ۔ یہ چٹھی صرف ان سابق حکمرانوں کے نام لکھی گئی ہے ۔ جن کے الاؤنس کی رقم ایک لاکھ روپے یا اس سے زیادہ ہے ۔ بعض کی طرف سے اس چٹھی کا جواب موصول ہوا ہے ۔ زیادہ تر جوابات میں یہی لکھا گیا ہے کہ وہ اس معاملہ پر مزید غور کر رہے ہیں۔

وزیر اعظم نے مزید کہا کہ فی الحال اس مقصد کے لئے آئین میں ترمیم کرنے کی کوئی تجویز زیر غور نہیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے پاسپورٹ سسٹم سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ جن ملکوں کی سرحدیں ہند سے ملتی ہیں ان میں سے صرف نیپال ایسا ملک ہے جہاں جانے کے لئے پاسپورٹ کی ضرورت نہیں اور نہ ہی نیپال کے باشندوں کو ہند آنے کے لئے پاسپورٹ لینے کی ضرورت ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان ہمیشہ سے دوستانہ تعلقات چلے آ رہے ہیں۔

قاہرہ ۔ ۹؍ دسمبر ۔ مصر کے قومی ہدایت و رہنمائی کے وزیر مسٹر صالح سلیم نے کل اسرائیل پر حملہ کرنے کی گارنٹی دینے کی پیش کش کی بشرطیکہ امریکہ مصری فوج کو جدید ترین اسلحہ مہیا کرے ۔ مصری حکومت کے اخبار الجمہوریہ کے پہلے پرچہ میں انہوں نے ایک خصوصی مضمون لکھا ۔ جس میں امریکہ اور برطانیہ کو اسرائیل پر حملہ نہ کرنے کا یقین دلانے کے لئے یہ شرط پیش کی ۔ انہوں نے کہا کہ نہر سویز کے سوال پر جو غیر رسمی بات چیت ہوئی تھی اس میں اس شرط کا اعلان کر دیا گیا تھا۔

انہوں نے کہا ہماری شرائط یہ ہیں کہ (۱) امریکہ مصر کی فوج کو اسلحہ دے ۔ اسرائیل کے متعلق اپنی پالیسی بدل دے (۲) اسرائیل جنگ بندی لائن کا احترام کرے اور عرب پناہ گزینوں کے متعلق اقوام متحدہ کی قراردادوں کو جامہ عمل پہنائے نیز فلسطین کے عرب پناہ گزینوں کو معاوضہ دے۔

انہوں نے مزید تحریر کیا کہ مصر کے نائب وزیر اعظم لفٹننٹ کرنل جمال عبد الناصر نے غیر رسمی مذاکرات میں برطانوی نمائندوں سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ مصریوں کو روسیوں سے نفرت نہیں کیونکہ کسی روسی سپاہی نے کبھی سرزمین مصر پر جابرانہ اور غاصبانہ قبضہ نہیں کیا ۔ ہر مصری انگریزوں سے نفرت کرتا ہے۔

کراچی ۔ ۷؍ دسمبر ۔ پاکستان کی مرکزی کابینہ میں توسیع کر دی گئی ہے ۔ آج چار اشخاص نے وزیر کی حیثیت سے حلف اٹھائے ۔ ان کے نام یہ ہیں ۔ مسٹر تفضل علی ۔ مسٹر غیاث الدین پٹھان ۔ مسٹر مرتضیٰ چوہدری ، سردار وزیر خاں ، ان میں سے مسٹر تفضل علی کے سپرد تجارت ، مسٹر پٹھان کے سپرد محکمہ خوراک و زراعت و امور مملکت ۔ مرتضیٰ چوہدری کے سپرد خزانہ اور سردار وزیر خاں کے سپرد رفاہ کا محکمہ کیا گیا ، ان میں دو وزیر بنگالی ایک سندھی اور ایک یوپی کے مہاجرین میں سے ہیں۔

کراچی ۔ ۸؍ دسمبر ۔ پاکستان بھر میں اس وقت کل ۴۴ ہزار ۳۲۲ ٹیلیفون ہیں ۔ پھر بھی ٹیلیفون کی مانگ برابر بڑھ رہی ہے ۔ پاکستان میں ٹیلیفون تیار کرنے والی فیکٹری قائم کرنے کے لئے مشینری آ چکی ہے ۔ یہ فیکٹری ہری پور میں قائم کی جا رہی ہے۔

پٹھانکوٹ ۔ ۹؍ دسمبر سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور نے اغوا شدہ بچوں کی بازیابی کے لئے جو مہم شروع کی تھی اس کے نتیجہ میں اب تک ۲۱ بچے برآمد ہو چکے ہیں ۔ اس سلسلہ میں سپرنٹنڈنٹ پولیس اور سی آئی ڈی کے انسپکٹر نے متعدد یتیم خانوں اور آشرموں پر چھاپے مارے تھے۔

اس سلسلہ میں بچوں کو اغوا کرنے والے ایک مین مدہائی گروہ کے تین افراد گرفتار کئے گئے تھے ۔ اور ان کے خلاف مقدمات چلائے گئے تھے۔

معلوم ہوا ہے کہ ان تین مجرموں کو عدالت نے دو سال سے سات سال تک کی سزا کا حکم سنا دیا ہے چار کے خلاف مقدمات زیر سماعت ہیں۔

لندن ۔ ۹؍ دسمبر ۔ برمودہ کانفرنس کے کمیونک کے متعلق یہاں عام خیال ہے کہ اس سے تینوں بڑی طاقتوں کے اختلاف دور نہیں ہو سکے ہیں تینوں ممالک کے درمیان مقاصد ، طریق کار اور پالیسی کا شدید اختلاف موجود ہے ۔ لیکن اس امر کو مسٹر چرچل کی کامیابی تصور کیا جاتا ہے کہ وہ آئزن ہاور کو چار طاقتی کانفرنس کے لئے تیار کر چکے ہیں۔

نئی دہلی ۔ ۱۹؍ دسمبر ۔ یوپی معتبر ذرائع کے مطابق اڑیسہ کے گورنر مسٹر فضل علی کو سابق ریاستوں کے اعلےٰ اختیارات رائے کمیشن کا چیئرمین بنایا جائے گا ۔ وہ سپریم کورٹ کے سابق جج ہیں۔

کراچی ۔ ۸؍ دسمبر آج یہاں موتمر اسلامی کے سیکرٹری مسٹر انعام اللہ نے امریکی نائب صدر مسٹر نکسن کو ایک یادداشت پیش کی ۔ یادداشت میں کہا گیا ہے کہ امریکہ تمام اسلامی ممالک کے تنازعہ مسائل کو حل کرانے میں اپنے اثر و رسوخ سے کام لے۔

جلسہ سالانہ پر
نظمیں پڑھنے کے خواہشمند حضرات

جو دوست جلسہ سالانہ کے موقعہ پر نظم پڑھنے کی خواہش رکھتے ہوں وہ جلد دفتر دعوت و تبلیغ میں اپنے اسماء اور نظم سے اطلاع دیں تا پروگرام میں ان کا نام رکھا جا سکے ۔ مناسب ہے کہ ۲۰؍ دسمبر تک ایسے نام دفتر میں پہنچ جائیں۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

زندہ اسلام

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک لطیف مضمون بعنوان بالا شائع کیا گیا ہے ۔ جس میں اسلام کی زندگی اور دیگر مذاہب پر اس کی فضیلت ثابت کی گئی ہے۔

موجودہ زمانہ کی دجالی تحریکات کا روحانی مقابلہ کرنے کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے آپ خود مطالعہ فرمائیں اور دیگر احباب میں تقسیم کرنے کے لئے نظارت ہذا سے طلب فرمائیں۔

(ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)